جلد 17 شمارہ 5 ماہ مئی 2015ء رجب/ شعبان 1436ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللّٰہ

محبّت

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی**
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	خالد محمود بخاری 0300-7374750
نائب مدیر	سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے　　سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

درس قرآن: سید قطب شہیدؒ: مترجم: میاں منظور احمد

اَلرَّحْمٰنُ O عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ O خَلَقَ الْاِ نْسَانَ O عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (سورہ الرحمٰن آیت ۱تا۴)

ترجمہ: " اَلرَّحْمٰنُ (بڑا مہربان ہے جس نے) یہ قرآن سکھایا، اور انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو قوت گویائی عطا کی"۔

لفظ الرَّحمٰن کی گونج اطراف کائنات میں پھیلی ہوئی، آسمانوں اور زمین کی فضا پر محیط ہے اور اس کو پُر کر رہی ہے۔ کیونکہ اس ذات رحمٰن و رحیم کے مظاہر کائنات کے ذرّے ذرّے میں موجود ہیں۔ عَلَّمَ القرآن: اس رحمان کی رحمت اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو قرآن جیسی عظیم الشان بلند پایہ کتاب کی تعلیم دی۔ جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ جو پوری نوع انسانی کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ یہ قرآن اہل زمین کیلئے آسمانی ضابطہ ہے، اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کی دنیا بھی سنور سکتی ہے اور آخرت بھی۔ یہ زمین کے باسیوں کے عقائد، تصورات، اقدار، نظام و احوال کو قوی بنیادوں پر قائم کرتا ہے۔ یہ انسان کو کائنات ارضی و سماوی کے ساتھ ملا دیتا ہے اور دونوں پر ایک ہی قانون اور ضابطہ حکمران ہے۔ انسان کے لئے شرعی ضابطے کو قرآن کی شکل میں اتارا گیا جو اس کی آزادی کی حدود متعین کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ انسان ان حدود کے اندر رہے، ان سے تجاوز نہ کرے اور اگر انسان ان حدود کا پابند ہوگا تو اپنے آپ کو خلافت ارضی کا مستحق ثابت کرے گا۔ اللہ ہی نے انسان کو پیدا کیا تو انسان کی ہدایت بھی اللہ کے ذمہ تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن نازل فرما کر اس ذمہ داری کو پورا کر دیا۔ قرآن کا اتارنا اس کی رحمت کا بھی تقاضا تھا اور اس کی خلقیت کا بھی۔

قرآن انسان میں کیا تبدیلی پیدا کرتا ھے؟

قرآن انسان کے شعور و احساس کو کھول دیتا ہے تا کہ وہ اپنے اردگرد کے اس حسین کارخانۂ قدرت کو اپنے حواس کی صحیح اور پوری قوت سے دیکھے، کتاب کائنات کا مطالعہ کرے اور

اپنے ذاتی وجود کا صحیح احساس پیدا کرے اور اپنے مقام و فرائض وحقوق کا تعین کرے۔ قرآن انسان کو بتاتا ہے کہ ہر چیز کو اس کے مقام اور حیثیت اور ضرورت کے مطابق زندگی دی گئی ہے قرآن انسان کے دل میں یہ تصور بھی پیدا کرتا ہے کہ وہ زمین میں خلیفہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل تکریم ہے اگر وہ اس کے احکام پر عمل کرے اور اس امانت کو ادا کرے، جس کے اُٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑ ڈر گئے تھے۔ انسان اپنی انسانیت کی اعلیٰ حیثیت کو پیش نظر رکھے تو وہ سب سے زیادہ قیمتی اور اعلیٰ مخلوق ہے۔ ورنہ **اسفلَ سافلین** میں گرنے کا حقدار ہے۔ ایمان ہی انسان کی روح کو الٰہی پھونک سے زندہ کرتا ہے، اور اسی کے باعث اس کو صاحبِ خلافت ارضی اور صاحبِ تکریم و تعظیم قرار دیا گیا ہے۔ اس تکریم کا استحقاق ایمان سے اور ایمان کا استحقاق تعلیم قرآن کے ساتھ ہوتا ہے۔

تخلیق انسان: انسان ایک اکیلا چھوٹا سا خلیہ ہے جو خوردبین کے سوا نظر نہیں آتا، نہ خود ظاہر ہوتا ہے اور نہ اپنی حقیقت کسی کو بتا سکتا ہے۔ جس کی زندگی ماں کے رحم میں شروع ہوتی ہے۔ پھر یہ خلیہ رحم میں جنین بن جاتا ہے، جو کئی اقسام کے لاکھوں خلیوں سے مرکب ہے۔ اس میں نرم ہڈیاں، پٹھے، عضلات، کھال، بال ہیں اور بے شمار چیزیں ہیں مثلاً اعضاء جوارح، حواس، سماعت بصارت، ذوق، سونگھنا، مس کرنا وغیرہ۔ پھر اس کا بہت بڑا معجزہ اور عظیم راز ادراک و بیان ہے، شعور والہام ہے یہ سب کچھ اکیلے سادہ خلیے سے پیدا ہوا ہے جو چھوٹا، کمزور سا تھا۔ یہ سب کچھ رحمان کی کاری گری سے تخلیق ہوا ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آلات نطق کی تکوین ہی ایک ایسی عجیب بات ہے، جس پر حیرانی کی حد ختم ہوجاتی ہے کہ زبان، ہونٹ، حلق، عصبہ، شعب اور پھیپھڑے یہ سب آواز نکالنے میں آلات کا کام دیتے ہیں۔ یہ سب مل کر سلسلہ بیان کا حلقہ تیار کرتے ہیں اور اسکے بعد ان کا تعلق سماعت، مغز اور پٹھوں کے ساتھ بھی ہے۔ پھر عقل کا مقام آتا ہے۔

درس حدیث: مولانا فضل الرحیم

ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی ،خوشحال معاشرہ کی ضمانت ہے

﴿عَنْ عبداللّٰہ بنْ عمرو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ خیر الاصحاب عنداللّٰہ خیرھم لِصاحبہ وخیر الجیران عنداللّٰہ خیرھم لِجارہ﴾ (رواہ الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو اور بہتر پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کیلئے بہتر ہو۔''

ہمسایہ اور پڑوسی کو عربی میں جار کہتے ہیں ۔اس سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو ایک شخص کے قُرب و جوار میں رہتے ہوں ۔لغوی اعتبار سے شریک کار اور شریک سفر کو بھی ہمسایہ کہا جاتا ہے ۔مگر عام اصطلاح میں ہمسایہ یا پڑوسی صرف ان ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے مکان ایک دوسرے سے ملحق اور آمنے سامنے ہوں ۔مگر اسلامی لحاظ سے ہمسائیگی کی حدود اپنے مکان سے چاروں طرف چالیس گھر تک ہے ۔ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ !میرے دو پڑوسی ہیں،اگر میں تحفہ یا ہدیہ بھیجنا چاہوں تو کس کو بھیجوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا گھر تمہارے گھر کے قریب تر ہو۔(بخاری)

قرآن مجید میں بھی ''جار ذی القربی'' اور ''جار الجنب'' کا ذکر آیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور اسکی عزت کرے۔(رواہ البخاری)

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جبرائیلؑ مجھے ہمسایہ کے

بارے میں یہاں تک تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ ہمسایہ کووارث قرار دے دیا جائے گا۔ فرمایا قیامت کے دن جن دو آدمیوں کامقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا وہ دو پڑوسی ہونگے۔(مشکوٰۃ)

''ایک دن صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں یا بُرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب اپنے پڑوسی کو اپنی نسبت اچھا کہتے سنو تو سمجھو کہ اچھا کر رہے ہو اور جب برا کہتے سنو تو سمجھو کہ بُرا کر رہے ہو۔ (ابن ماجہ)

حسن سلوک کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں پڑوسی ان سب کے مستحق ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی سے حسن سلوک کرے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمسایہ کا حق صرف یہی نہیں کہ اسے ستایا نہ جائے بلکہ اس کے ساتھ احسان بھی کیا جائے۔

پڑوسیوں کا اہم ترین حق یہ ہے کہ ان کی ہر قسم کی مدد کی جائے۔ اس میں جسمانی خدمت اور مالی اعانت وغیرہ سب شامل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارا پڑوسی تمہاری مدد کا محتاج ہو اس کی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو۔ وہ شخص کامل مؤمن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال دو اور اس میں سے کچھ پڑوسی کے گھر بھیج دو۔

پڑوسی کا ایک حق یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کی جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہمسایہ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری اور عیادت کی جائے۔

خوشگوار ہمسائیگی کیلئے تحفوں کا بھیجنا بھی مفید ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو، اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ ان ہدیوں کا قیمتی ہونا ضروری نہیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم میں کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کیلئے ہدیئے کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔'' گھر میں جو پھل وغیرہ اپنے بچوں کیلئے لائے جاتے ہیں ان میں سے تھوڑا سا اپنے قریبی ہمسایوں کو بھی بھیج دیا جائے اس عمل سے

ہمسایوں کے دلوں میں محبت اور الفت پیدا ہو جائیگی۔

ہمسائے کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہمسائے کی عزت و آبرو کی حفاظت کرے، نہ تو خود کسی کی عزت پر دست درازی کرے اور نہ کسی اور کو کرنے دے۔ حضورﷺ نے پڑوسیوں کے ساتھ برائی کا گناہ زیادہ بتایا ہے۔

نماز، روزہ، صدقہ اور خیرات کی کثرت کے باوجود ہمسایہ کو تکلیف دینے والے کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ وہ کام درج ذیل ہیں: مکان کی دیوار اتنی بلند نہ ہو کہ ہمسایہ کو رکاوٹ کی وجہ سے تکلیف ہو، باورچی خانہ ایسی جگہ نہ بنایا جائے کہ ہمسائے کے گھر میں دھواں جائے اور تکلیف ہو، اگر ہمسایہ کے گھر میوہ یا پھل وغیرہ نہ بھیجے جاسکیں تو اسے پوشیدہ اور بچوں کو پھل وغیرہ دیکر باہر نہ نکلنے دینا چاہیے تاکہ ہمسایہ کے بچے احساس محرومی کا شکار نہ ہوں۔

اگر ہمسایوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کوئی زیادتی کریں تب بھی صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ ایک صحابیؓ نے تین مرتبہ حضورﷺ کی خدمت میں اپنے پڑوسی کی شکایت کی کہ وہ مجھے ستاتا ہے، آپﷺ نے تینوں مرتبہ یہی فرمایا کہ صبر کرو، چوتھی مرتبہ شکایت کرنے پر فرمایا کہ اپنا سامان راستے میں ڈال دو۔ (یعنی گھر چھوڑنے کی صورت بناؤ)۔ انہوں نے ایسا ہی کیا آنے جانے والوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے صورت حال بتائی، سب نے پڑوسی کو برا بھلا کہا یہ دیکھ کر وہ شرمندہ ہوا اور ان کو منا کر گھر واپس لے گیا اور آئندہ نہ ستانے کا وعدہ کیا۔

ہمسایوں کے عیبوں اور خامیوں پر پردہ ڈالا جائے۔ اگر پردہ پوشی نہ کی جائے تو ظاہر ہے ان کا مقام محلے میں گر جائے گا اور یہ اچھی بات نہیں۔ ہمسایہ کا فرض یہ ہے کہ اسے نیکی کی تلقین کی جائے۔ نیک اور عبادت گزار لوگوں کے ہمسائے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرمائیں گے کہ ہمارے ان نیک ہمسایوں نے خود تو اللہ کے احکام کی پیروی کی لیکن ہمیں ان کی تلقین نہ کی جس کی وجہ سے آج ہم جہنم کے مستحق ٹھہرائے جارہے ہیں اور نیک پڑوسیوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پڑوسی کے حقوق ادا کرنے سے معاشرہ میں سکون اور خوشحالی کی فضاء پیدا ہوتی ہے۔

آدابِ زندگی (میل ملاقات)

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

اسلام بے حد سوشل مذہب ہے، یہ گھروں میں بند پڑے رہنا اور میل ملاقات سے گھبرانا کترانا نہیں سکھاتا۔ اسلام میں عبادات تک کی نہج ایسی ہے کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ آپس میں ملنے جلنے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے موانست و اخوت کے جذبات پرورش پاتے ہیں اور وہ روح اجتماعیت پروان چڑھتی ہے جو قومی بقاء کے لئے پہلی ضروری چیز ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہئے کہ میل ملاقات کے مندرجہ ذیل آداب قواعد پر سختی سے عمل کرے۔

جب تم کسی کے گھر جاؤ مناسب یہ ہے کہ پہلے سے ملاقات کا وقت مقرر کر لو تا کہ وہ اس وقت گھر میں موجود رہے۔ جب کسی کے گھر پہنچو تو دروازہ کھٹکھٹاؤ یا نرمی سے آواز دو، اگر گھر میں داخل ہونے کی اجازت ملے تو جاؤ، لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے آؤ۔ آجکل ہزار مسلمانوں میں سے شاید ایک دو ہی ایسے ہوں گے جو اس بات کا برا نہ مانیں، حالانکہ یہ اللہ تعالٰی کا حکم ہے۔ درحقیقت کوئی آدمی بھی اس قدر بدخلق نہیں ہوتا کہ تمہیں برا نہیں ماننا چاہئے بلکہ یوں سمجھ لینا چاہئے کہ یقیناً اس وقت وہ کن پریشانیوں میں مبتلا ہے ایسے وقت میں ملاقات ہو بھی تو نہایت بے لطف ہوتی ہے، اس لیے یہ بالکل درست ہے کہ صاحبِ خانہ صاف صاف معذرت کر دے اور میزبان برا نہ مانے۔

اگر اجازت مل جائے اور تم گھر میں داخل ہو تو پہلے سلام اور مصافحہ کرو پھر مناسب جگہ پر بیٹھ جاؤ، صاحبِ خانہ جو تواضع کرے اس کو قبول کرو۔ بعض لوگ ملنے تو چلے جاتے ہیں مگر جب کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جاتی ہے تو سختی سے انکار کر دیتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے

اس میں غرور تکبر کی بو آتی ہے اور صاحب خانہ کی دل شکنی ہوتی ہے۔ہاں کوئی بیماری یا پیٹ میں کچھ خرابی ہو تو اور بات ہے، ایسی حالت میں میزبان کو بھی ہرگز اصرار نہیں کرنا چاہئے۔جب تک بیٹھو ایسی گفتگو اور اس قسم کی باتیں کرو جن سے تمہارا بھی دل خوش ہو اور میزبان کا بھی۔ایسی باتیں کبھی نہ کرو جن سے شکر رنجی اور آزردگی پیدا ہو۔جب چلنے کا ارادہ ہو تو رخصت چاہو، اگر میزبان اور بیٹھنے پر اصرار کرے اور تمہیں فرصت ہو تو کچھ دیر اور بیٹھو ورنہ وجہ بتا کر معذرت کرو اور سلام کر کے رخصت ہو۔اگر تم کسی سنجیدہ معاملے کی غرض سے آئے ہو تب بھی تمہاری گفتگو شریفانہ اور خوشگوار ہونی چاہئے، جس سے دلوں پر میل نہ آئے اور جدا ہوتے وقت تم بھی خوش ہو اور میزبان بھی۔کسی کے گھر اتنی زیادہ دیر ہرگز نہ بیٹھو کہ وہ اکتا جائے، خیال رکھو کہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ کام ہوتا ہے تمہارے زیادہ دیر بیٹھنے سے اس کا کوئی حرج تو نہیں ہو رہا۔

جب کوئی تمہارے گھر آئے تو خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرو، سلام کا جواب دے کر مصافحہ کرو۔اب اگر سوئے اتفاق سے گھریلو حالات ملاقات کی اجازت نہیں دیتے تو بہ الفاظ شائستہ مہمان سے معافی مانگو اور کہو کہ مجھے وقت دیجئے تاکہ میں خود آپ کے دولت کدے پر حاضر ہو کر اس تکلیف فرمائی کی تلافی کروں وغیرہ وغیرہ۔لیکن اگر تم ملاقات کے لئے تیار ہو تو مہمان کو اندر بلاؤ اور اچھی جگہ پر بٹھاؤ اور اکل و شرب سے حسب توفیق اس کی تواضع کرو۔لیکن اگر کوئی شخص کھانے پینے سے انکار کر دے تو زیادہ اصرار نہ کرو۔مہمان جب تک بیٹھے اس کے پاس موجود رہو، کہیں جانا ہو تو معافی مانگ کر اور اجازت لے کر جاؤ۔انتہائی شگفتہ مزاجی اور محبت بھرے انداز سے پیش آؤ، جب مہمان رخصت ہو تو کچھ دور تک اس کو چھوڑنے جاؤ۔

بعض آنے والے ہدیہ لے کر آتے ہیں ان کو شکریہ کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔ہدیے دینا اور قبول کرنا سرکار دو عالم ﷺ کی سنت ہے، اس سے تعلقات گہرے اور محبت زیادہ ہوتی ہے۔

جب کوئی آئے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جب بہت سے آدمی بیٹھے ہوں تو کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے ضروری نہیں کہ سب ہی کھڑے ہو جائیں۔ رسول کریم ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف لاتے تھے تو تعظیم کے لئے لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آج امراء، افسران اور حکام کی تعظیم کے لئے اگر کوئی کھڑا نہ ہو تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور دل میں کینہ رکھ لیتے ہیں۔ ان کو ذرا خیال کرنا چاہئے کہ نعوذ باللہ وہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عزت والے تو نہیں ہیں۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا:

''حلقہ کے بھائیوں کو چاہیے کہ ہفتہ وار حلقہ ذکر کے علاوہ اور دنوں میں بھی جہاں کہیں اور جب کبھی ممکن ہو میل ملاقات کی صحبتیں گرم کیا کریں اور جتنی بھی زیادہ دیر تک ممکن ہو ایک دوسرے کی صحبت میں بیٹھیں۔ چونکہ ان صحبتوں میں لغو اور فضول باتیں نہیں ہونگی صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر اور دوسری نیک اور مفید باتیں ہوں گی تو اس سے باہمی ربط وضبط کے علاوہ روحانی طاقت بھی بڑھے گی۔ افسوس ہے کہ حلقہ کے اکثر لوگ اپنے پیر بھائیوں کی صحبت میں بیٹھنے کا کوئی التزام نہیں کرتے۔ یہ لوگ بدنصیب ہیں، ان کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کن کن دینوی اور روحانی نعمتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔''

(اقتباس از چراغ راہ)

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: خالد محمود بخاری

مورخہ: 01.02.2012

تصوف کی پرانی کتابوں میں جو تعلیم ہے وہ موجودہ نسل کیلئے نا قابل فہم ہے۔اس لئے بانیٔ سلسلہ کے طریقہ کے مطابق آسان زبان میں بات کرنا چاہیئے تا کہ لوگ اچھی طرح سمجھ جائیں۔

آپ الحمدللہ اپنی راہ پر ٹھیک چل رہے ہیں اور آپ سے دوسرے بھائیوں کو بھی فیض ملتا ہے۔ہر حلقہ ذکر کے بعد سلسلہ کی تعلیم اور ذکر کے فضائل کے بارے میں ضرور بات کیا کریں۔اس طرح آپ کو بھی اور سننے والے بھائیوں کو بھی زیادہ فیض ملے گا۔

بستی دین پور کیلئے سعید کا انتخاب درست ہے۔اسے یہ حلقہ سنبھال لینا چاہیے۔ بہت محبت اور خلوص والا بیٹا ہے۔

جو لوگ باقاعدگی کے ساتھ سال دو سال ذکر کرتے ہیں،ان کے قلب میں حرارت کی صورت میں جو سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اور طبیعت میں ہلکا ہلکا سرور رہتا ہے وہ دوسروں کو توجہ دے سکتے ہیں۔توجہ ایک روحانی برقی کرنٹ ہے جو ایک دل سے دوسرے دل میں منتقل ہوتی ہے۔ اسے جذب بھی کہا جاتا ہے۔توجہ لینے کیلئے طریقت توحیدیہ میں لکھا ہے کہ: یہ خیال کریں کہ آپ کا مرشد آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔اس کی صورت کا نظر آنا ضروری نہیں،اس لئے تصور نہیں کہا بلکہ خیال کہا ہے۔جیسے ہم ہوا کے بارے میں خیال کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے اردگرد موجود ہے اگر چہ نظر نہیں آتی۔اس طرح مرشد کا خیال کر کے یہ نقشہ قائم کریں کہ اس کے سینے سے ایک سفید رنگ کی نورانی شعاع جس میں گرمی بھی ہے (ویلڈنگ لائٹ کی طرح)مرشد کے سینہ سے نکل کر آپ کے سینے میں داخل ہو رہی ہے اور آپ کا دل اللہ کی محبت کا جنریٹر ہے اس سے نور کی

،کرنٹ یا لائٹ کی بیم نکل کر سامنے بیٹھے یا دور بیٹھے بھائی کے سینہ میں داخل ہو رہی ہے۔آپ سمجھیں اللہ تعالیٰ یا مُرشد سے نور کی بارش آپ کے قلب پر ہو رہی ہے اور آپ ایک ٹرانسفارمر کی طرح یہ قوت آگے تقسیم کر رہے ہیں۔''اللہ دینے والا ہے میں بانٹنے والا ہوں۔''اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے کہ خیال جو ہے یہ وہم نہیں ہے بلکہ قوت کی لہریں ہوتی ہیں جو دوسروں کو متاثر کرتی ہیں:

﴿......مرشد والی بات جو لکھی ہے وہ اسی طرح ہے کہ ماں تو ماڈی جسم کی پرورش کیلئے ماڈی خوراک انس یا رَس دودھ کی صورت میں بچوں کو پلاتی ہے،لیکن مرشد اپنی روحانی دولت اور قوت کو مریدوں کے قلوب میں منتقل کر کے ان کی روحانی پرورش اور ترقی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

﴿.....قوت حافظ کو بہتر بنانے کیلئے سورۃ اعلیٰ کی آیت''سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰی ۔''ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھ کر ہتھیلیوں پر دَم کر کے سَر اور سینہ پر پھیر لیا کریں۔اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

﴿.....فلاں..........کے حالات کا مجھے تفصیلی علم نہیں ہے۔ان کی نرینہ اولاد ہے یا نہیں۔ بہر حال آپ لوگ اس کی مدد اگر وہ حقدار ہے تو ضرور کریں اور یہ کام آپ کی تجویز کے مطابق بالکل خفیہ ہونا چاہیے۔زکوٰۃ میں سے بھی اسے حصہ دیا جا سکتا ہے یہ سب آپ کی صوابدید پر ہے۔ یہ بڑا نیک کام ہے لیکن احسن طریقہ سے ہونا چاہیے تا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

والسلام!

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: محمد نوید خان

مورخہ :06.01.2005

آپ کے تبادلہ کی خبر مل چکی تھی ، اس لئے اُمید تھی خط بھی جلد مل جائے گا۔ مجھے ارشاد صاحب کا فون ملا تھا اور ان کی عافیت معلوم ہوئی، الحمدللہ آپ ایک ہفتہ گھر گزار کر آئے اور سردار صاحب کی صحبت نصیب ہوئی۔ اللہ والے بزرگوں کے فیض سے جو نعمت ملتی ہے وہ کہیں اور سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ سردار صاحب ماشاءاللہ بہت پیارے انسان اور بزرگ آدمی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نئی جگہ آپ کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین! آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور خوش ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی آپ سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس جگہ اور وہاں پر قیام کو برکت کا باعث بنا دیتا ہے۔ اللہ والے لوگوں کو ہمیشہ تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا چاہیے کہ وہ میرا مالک ہے اور مہربان آقا ہے وہ مجھ سے انتہائی محبت کرتا ہے اس لئے وہ جو کچھ کرتا ہے اسی میں میرا بھلا ہے۔ انسان کی عقل تو محدود ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے کہ وہی ہمارے لئے بہتر جانتا ہے اور شجرہ شریف کے آخری شعر کے مطابق ہر حال میں خوش رہے

کہ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے یہ دے یا وہ دے
جس شے کو آپ بہتر سمجھتے ہیں وہ مجھے عطا کر دیں

اللہ تعالیٰ آپ کو وہاں خیریت و عافیت سے رکھے اور فطری حسن اور فطری موسیقی کے ماحول میں اپنی زیادہ سے زیادہ یاد کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! قرآن کریم ترجمہ کے ساتھ روزانہ پڑھا کریں اور درود شریف کی مطلوبہ مقدار بھی پوری کرتے رہیں۔

والسلام!

انفاق فی سبیل اللّٰہ

(احمد رضا خان)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت کثرت کے ساتھ فی سبیل اللہ خرچ کرنیکی تلقین کی ہے، بہت زیادہ مقامات پر ترغیب ہے اور کئی مقامات پر خرچ نہ کرنے (بخل) کی مذمت اور اس کی سزا کا بھی بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی نفس میں جن مادی چیزوں کی محبت ڈالی ہے اس میں جان کے بعد مال سے محبت ہے۔ اس محبت سے چھٹکارا پانا اور مال کو راہِ اللہ خرچ کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ مال دینے کی اہمیت کا اندازہ ہمیں زکوٰۃ کے حکم سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ جس کا درجہ ارکان اسلام میں نماز کے فوری بعد ہے۔

اس حکم کا مقصد نہ آپ کے مال کو کم کرنا ہے اور نہ ہی اللہ کو مال کی ضرورت ہے بلکہ اس حکم کا صرف یہی مقصد ہے کہ انسانی قلب جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز ہے، پاک و صاف ہو جائے اور اس میں جلوہ دوست نظر آجائے انسان مادی اشیاء سے اپنا قلبی تعلق توڑے اور اس کا رابطہ ملاءِ اعلیٰ سے ہو جائے۔ وہ اسفل السافلین سے نکلے اور احسن تقویم کا درجہ حاصل کرے۔

مال خرچ کرنے سے دو باتوں کا واضح ثبوت نظر آتا ہے ایک تو یہ کہ آپ اپنے دعویٰ محبت الٰہی میں سچے ہیں اور آپ کو مال کی نسبت اللہ سے محبت ہے اور دوسری یہ کہ اگر طبیعت میں بخل یا تنگی کے کوئی آثار ہیں تو وہ بھی صدقہ خیرات سے آہستہ آہستہ زائل ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو خرچ کرنیکی صفت سب میں بدرجہ اولیٰ نظر آتی ہے۔ چاہے کوئی امیر تھا یا غریب مال کی قلبی محبت سے آزاد تھا۔ ہم بھی بطور توحیدی راہ سلوک کے مسافر اور اولیاء اللہ کے راستے پر چلنے کے خواہشمند ہیں۔ ہمارا ہدف رویت باری تعالیٰ و معرفت ربّ ہے اور جسے قلب سلیم چاہئے، ایسا نفس چاہئے جس میں تمام محبتوں سے زیادہ اللہ کی

محبت غالب ہو۔لہٰذا اگر ہمیں اس بلند مقصد کو حاصل کرنا ہو تو پھر اس کے شایانِ شان قربانی کیلئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔

بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے ہمارے مقصد کی کامیابی اور فیض کے حصول کو تعلیم پر عمل کے ساتھ مشروط کیا ہے اس لئے جہاں عبادت، اذکار، مجاہدے اور تزکیہ اخلاق کی شرط لگائی ہے وہیں اپنا مال خرچ کر نیکی پابندی بھی عائد کی ہے اور ماہانہ حلقہ فنڈ با قاعدہ اڑھائی فیصد شرح مقرر کر کے اس کو بخوبی واضح کر دیا اب جو بھائی تعلیم پر جتنا عمل کرے گا وہ اتنا ہی روحانی و دنیاوی فائدہ حاصل کرے گا۔ اور الحمدللہ ہمارے بیشتر بھائی ایسے ہیں جو تعلیم پر مکمل عمل کر رہے ہیں اور اس کے ثمرات سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ اور روز قیامت اللہ، اس کے رسولؐ اور اپنے مرشد کے سامنے بھی ضرور سرخرو ہوں گے۔ انشاءاللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

زکوٰۃ اور انفاق کا علیحدہ ذکر کیا گیا:

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ **(سورۃ البقرہ 177)**

"نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور سب پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں مال خرچ کرتا ہو۔ اپنے رشتہ داروں پر، یتیموں پر، غریبوں پر، مسافروں پر اور سوال کرنے والوں پر اور قیدیوں کی گردنیں چھڑانے پر۔ اور نماز قائم کرتا ہو اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو"۔

مذکورہ آیت میں خاص بات یہ ہے کہ مال خرچ کرنے کے مختلف مصارف علیحدہ ذکر کئے گئے اور زکوٰۃ کو علیحدہ حیثیت سے بیان کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ صرف سال بعد اڑھائی فیصد دیکر ہی سمجھ لینا کہ ذمہ داری ادا ہو گئی، درست نہیں ہے بلکہ اللہ کی محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے علیحدہ سے خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔اور اللہ کی محبت سے مراد یہ ہے کہ جو دے اس پر خوش ہوا ایسا نہ ہو کہ بعد میں دل میں افسوس پیدا ہو جائے کہ روپیہ کم ہو گیا ہے اور اس سے ایک اور پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ روپیہ دینا دکھلاوے کیلئے نہ ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تم پر شرکِ اصغر کا خوف ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دکھلاوے کیلئے عمل کرنا، آپؐ کی ایک اور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور مال (کتنا خرچ کیا) نہیں دیکھتے بلکہ تمھارے دل اور اعمال (کس نیت سے خرچ کیا ہے) دیکھتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے حضرت بلال حبشیؓ کو بھاری قیمت دے کر آزاد کروایا تو مشرکین کہنے لگے کہ ضرور بلالؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ پر کوئی احسان کیا ہوگا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مدح فرمائی۔

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰO إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ (سورۃ الیل 20-19)

"اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ صرف اپنے رب کی رضا کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہے جو سب سے بلند ہے"۔

بخل کی مذمت:

وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (**سورۃ البقرہ 195**)

”اور تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپکو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو۔اور احسان کیا کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“۔

بعض اوقات آدمی یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے دیئے بغیر ہی فلاں حاجت مند / ادارے / مسجد / مدرسہ کی ضرورت پوری ہو رہی ہے یا اور کئی مجھ سے زیادہ دینے والے ہیں تو میں رہنے دیتا ہوں اور خرچ نہیں کرتا اسی رویے پر اس آیت مقدسہ میں گرفت کی گئی اس آیت میں محسنین کا ذکر کیا گیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ سے پوچھا ما الاحسان (احسان کیا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ **ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔**

(تم اللہ کی بندگی ایسے کرو جیسے کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔) اس حدیث کی رو سے پتہ چلا کہ محسنین ہی یہ درجہ پاتے ہیں کہ اللہ کو دیکھیں یا کم از کم اللہ کی معیت کو محسوس کریں اور انہی محسنین کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ ہم بحثیت توحیدی وجہ احسان پانے کے خواہش مند ہیں لہٰذا یہ ہدایت ہمارے لیے بطور خاص ہے۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ O يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (سورۃ البقرہ 269-268)

(شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام (بخل) کرنے کو کہتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بہت بڑی کشائش والا اور علم والا ہے جس کو چاہتا ہے حکمت بخشتا ہے اور جسے حکمت دی گئی اسے بیشک بہت بڑی دولت ملی۔ اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں)

اس آیت میں فحشاء (بے حیائی) کو بخل طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب انسان کو اللہ نے ضرورت سے زائد مال دیا ہے تو حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسے سائل پر خرچ کرے کیونکہ جب اسکو حاجت ہوتی ہے تو آخر وہ بھی تو اپنی ضرورتوں کے لیے اللہ کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو خالی نہیں لوٹاتے اس لیے اب اگر سائل کو جھڑکے گا تو یہ بے حیائی اور بخیلی ہی کہلائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے انسان کو مال کم ہونے کا

خوف دلاتا ہے۔جبکہ اللہ بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ کرتا ہے ان دونوں صورتوں میں اختیار choice انسان کو دی گئی ہے کہ چاہے تو اللہ کے وعدے پر یقین کرے یا شیطان کے پیچھے چل پڑے۔اور اگلی آیت سے یہ بات بھی معلوم ہورہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کرے گا اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ حکمت جیسی خیر کثیر عطا فرمائیں گے۔اور اسکا شمار ان عقلمندوں میں ہوگا جنہوں نے فائدے کا سودا کیا ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ(سورة الحديد10)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین وآسمان سب اللہ ہی کی میراث ہے''۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا بخل ہے سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے بخل کی سخت مذمت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ مال جو اللہ نے اپنے فضل سے عطا کیا ہے اگر اس میں سے خرچ نہ کیا تو قیامت کے دن اس مال کا طوق بنا کر اسکے گلے میں ڈالا جائے گا۔بخاری شریف میں ہے آپ ﷺ نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کیلئے وعید ارشاد فرمائی کہ قیامت کے دن ان کا مال سانپ کی مثل ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو ان کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرنا:

إِن تُبْدُواْ الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاء فَهُوَ خَيْرٌ لُّكُمْ (سورة البقره 271)

"صدقات کو اگر تم ظاہر کر کے دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر چھپکے سے فقیروں کو دے دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے"۔

نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ روز قیامت اللہ کے عرش کے سائے میں جو سات

آدمی ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہے جس نے خفیہ طور پر صدقہ دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔(بخاری، مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو"خفیہ اور اعلانیہ صدقہ دو تمہیں رزق دیا جائے گا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہارا نقصان پورا کیا جائے گا"

الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرّاً وَعَلاَنِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ **(سورة البقره 274)**

"جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات اور دن، پوشیدہ اور کھلم کھلا، ان کیلئے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ اور نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ آمَنُواْ يُقِيْمُواْ الصَّلاَةَ وَيُنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرّاً وَعَلانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيْهِ وَلاَ خِلاَلٌ **(سورة ابراهيم 31)**

"جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے وہ نماز کو قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے رہیں۔ اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی ہوگی"۔

مذکورہ آیت میں اس دن (قیامت) کا حوالہ بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوگا اس وقت تک ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں رہے گا۔(مسند احمد) آپ ﷺ نے مزید فرمایا صدقہ بری موت سے بچاتا اور ربّ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔(ترمذی) دن اور رات، پوشیدہ اور اعلانیہ سے مراد ہے کہ خرچ کرنے کے لیے جس طرح تنگی وخوش حالی کی کوئی قید نہیں اسی طرح دن اور رات کی کوئی پابندی نہیں یا کسی خاص وقت کے انتظار کی۔ اگر چہ پوشیدہ انفاق کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اس سے ریا کاری اور حب جاہ کا احتمال نہیں رہتا جو بہت سنگین امراض ہیں مگر بعض صورتوں میں نیکی کو کھلم کھلا سرانجام دینا پڑتا ہے۔ مثلاً دوسروں کی ترغیب کے لیے اعلانیہ خرچ کیا جائے

بشرطیکہ دل میں اخلاص ہو۔بعض اوقات ایک یا چند آدمیوں کے خرچ کرنے سے متعلقہ ضرورت پوری نہیں ہوتی مثلاً غزوہ تبوک کے موقع پر ہر صحابی نے بقدر حیثیت مال دیا اور اعلانیہ دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے بقول فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ کا اعلانیہ دینا افضل ہے اور نفل صدقہ کا خفیہ دینا افضل ہے، جس طرح فرض اعلانیہ ادا کرنا اور نوافل کا چھپ کر ادا کرنا افضل ہے۔فرائض کو اعلانیہ ادا کرنے کا ایک فائدہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ لوگ تارک نماز یا تارک زکوٰۃ کی تہمت نہ لگا سکیں اور ترغیب حاصل کریں۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نفل صدقہ میں خفیہ خرچ کرنے کو اعلانیہ خرچ کرنے پر ستر درجہ فضیلت دی ہے اور فرض صدقہ میں اعلانیہ خرچ کرنے کو خفیہ خرچ کرنے پر پچیس درجہ فضیلت دی ہے۔(درمنثور)

اضافے کی خوشخبری/اللہ کو قرض حسنہ دیں:

مَّن ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيْرَةً وَاللّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْن (سورۃ البقرہ 245)

''کون ہے ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے، اچھی طرح قرض دینا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر بہت زیادہ کر دے (اور خرچ کرنے سے تنگی کا خوف نہ کرو) کہ اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور فراخی کرتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے''۔

جس طرح مقروض قرض خواہ کو قرض واپس کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی راہ میں خرچ کیے گئے مال کو قرض سے تعبیر کر رہے ہیں اور اس کی واپسی کئی سو گنا بڑھا کر آخرت میں کریں گے۔آدمی اپنا مال یا کسی کی محبت میں یا اسے بڑھانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے اس لیے اللہ اس بات کا سزاوار ہے کہ مومن سب سے زیادہ اسی سے محبت کریں۔جیسا کہ قرآن میں فرمایا (والذین امنو اشد حبا للہ) تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ تو ہو مگر اس کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔اور دوسری بات کہ آدمی اپنے مال کو بڑھانا چاہتا ہے اسی لیے اللہ پاک اس کے

دیئے ہوئے مال کو قرض حسنہ سے تعبیر کر رہے ہیں اور اس کا اجر بڑھا چڑھا کر دیں گے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بندہ اللہ کی راہ میں ایک ٹکڑا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

قرض حسنہ کے لیے شرط ہے کہ یہ پاکیزہ مال میں سے اور اخلاص کے ساتھ دیا جاتا ہے اور مقروض ادائیگی کے وقت اصل مال کو کچھ بڑھا کر ادا کرتا ہے۔(یہ خیال رہے کہ قرض خواہ کی یہ نیت ہوتی ہے کہ مجھے بڑھا کر واپس دیا جائے اگر ایسا کرے گا تو یہ سود ہے۔) نبی اکرم ﷺ جب کسی سے قرض لیتے تو اس کو واپسی پر اصل سے کچھ زائد عطا کرتے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ **(سورة البقرہ 261)**

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو جس میں سات بالیں اگی ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے، بڑھا دیتے ہیں اور اللہ وسعت والے اور جاننے والے ہیں''۔

بہترین تجارت:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرّاً وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ (29) لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيْدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ **(سورة فاطر 30)**

''جو لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا، اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہے اور یہ اس لئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اجرتیں پوری پوری عطا کرے۔ اور اس کے علاوہ اپنے فضل سے (بطور انعام) اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بہت بخشنے والا اور

بڑا قدر دان ہے''۔ یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِی الصَّدَقٰتِ (سورۃ البقرہ 276)

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے نیکی کا اجر کہیں دس گنا کہیں سات سو گنا اور کہیں بے حساب فرمایا ہے۔ قبلہ بابا جان ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے ہاں نیکیوں کو اخلاص کے ساتھ ضرب دی جاتی ہے۔ جتنا اخلاص ہوگا اتنی ہی نیکیاں بڑھتی جائیں گی۔ اور اگر خلوص صفر ہوا تو اس سے نیکیوں کا ڈھیر بھی ضرب کھا کر صفر ہو جائے گا۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورة المزمل 20)

''اور تم لوگ نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہو۔ اور جو نیکی بھی تم اپنے لئے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں جا کر اس سے بھی بہتر اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہو بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ (سورة التغابن 17)

''اگر تم اللہ تعالیٰ کو اخلاص سے قرض دو گے تو وہ تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدر کرنے والا اور بردبار ہے''۔

جو پاس ہے اس میں سے خرچ کرنا ہے

اصل مقصد پیسہ دلوانا نہیں دل کی کیفیت بدلنا ہے

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُواُ مَنّاً وَلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (سورۃ البقرہ 262)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں پھر نہ تو اس پر احسان جتاتے ہیں اور نہ

اذیت پہنچاتے ہیں تو ان کیلئے انکا اجر ان کے رب کے پاس ہے انہیں نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے

کسی کو مال دے کر جتلانا اللہ کے ہاں سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ تین اشخاص پر اپنی نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ ۱) ماں باپ کا نافرمان ۔ ۲) شراب کا عادی ۳) کسی کو دے کر احسان جتانے والا۔

ایذا رسانی اور تکلیف دینے سے مراد یہ ہے کہ کسی پر خرچ کرنے کے بعد اسے کہنا کہ کیا میں نے تجھ کو فلاں چیز نہیں دی تھی اور اس کو احساس دلانا۔ جبکہ مومن نیکی کر کے بھول جاتا ہے۔ اور اس مقولے کا مصداق ہوتا ہے۔ "نیکی کر دریا میں ڈال"۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ لاَ تُبْطِلُواْ صَدَقَاتِکُم بِالْمَنِّ وَالأذَی کَالَّذِیْ یُنفِقُ مَالَهُ رِئَاء النَّاسِ وَلاَ یُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَکَهُ صَلْداً لاَّ یَقْدِرُونَ عَلَی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُواْ وَاللّهُ لاَ یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ **(سورۃ البقرہ 264)**

''اے ایمان والو اپنے اعمال برباد نہ کرلینا احسان جتا کر اور تکلیف دے کر، اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اس کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ یہ لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور خدا ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

آیت مذکورہ میں صدقہ کی مقبولیت کی تین شرائط بیان ہوئی ہیں ۱) احسان نہ جتایا جائے ۲) طعنہ نہ دیا جائے ۳) اخلاص ہو، ریا کاری نہ ہو۔ قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ مثال کے ذریعے بات سمجھائی جاتی ہے۔ ریا کار کے صدقے کو چٹان پر پڑی مٹی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس پر

جتنا مرضی قیمتی بیج لگایا جائے ،کھاوڈالی جائے اس نے بارش کے ایک جھٹکے سے ضائع ہو جانا ہے۔کیونکہ اس کی جڑیں گہری نہیں ہوتیں ۔صدقہ کر کے احسان جتانے والے ریاکار کے دل میں بھی ایمان کی جڑیں نہیں ہوتیں۔اس سے اگلی آیات میں ایمان والوں کی مثال ایک باغ کی سی بیان کی گئی ہے کہ جس پر زوردار بارش ہو تو اس کا پھل دوگنا ہو جاتا ہے اگر بارش نہ ہو تو اس کے لیے شبنم ہی کافی ہوتی ہے۔اور باغ اپنی جڑوں کے گہرے ہونے کی وجہ سے پھل دیتا ہی رہتا ہے۔اس میں تنگ دست مومن کیلئے بھی اشارہ ہے کہ اگر چہ اس نے کم خرچ کیا ہے مگر اس کا اجروثواب اس کے اخلاص اور اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے بڑھتا ہی جاتا ہے۔

خدائی معیارات /توحیدیوں کیلئے بطور خاص:

لَن تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ

(سورۃ آلِ عمران 92)

"تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ چیز خرچ نہ کرلو جو تم کو سب سے زیادہ عزیز ہے جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس سے آگاہ ہے"۔حضرت ابوطلحہؓ نے یہ آیت سنی تو مسجد نبوی کے سامنے موجود اپنا باغ اللہ کی راہ میں یہ کہہ کر صدقہ کر دیا کہ مجھے یہ اپنی سب چیزوں سے محبوب ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمرؓ شکر خرید کر غربا میں تقسیم کرتے ،حضرت کے خادم نے عرض کیا کہ اگر آپ اس کے بدلے کھانا دے دیں تو ان کا زیادہ بھلا ہو جائے تو فرمانے لگے مجھے شکر زیادہ محبوب ہے۔اور آیت مذکورہ کی تلاوت کی۔یہ ہے جذبہ محبت کی انتہا کہ جو بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی زبان سے نکلے بعینہ اس پر عمل کیا جائے۔اس ضمن میں یہ بات بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ بعض اوقات انسان وہ چیز خدا کی راہ میں دیتا ہے جو نا قابل استعمال ہوتی ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت 267 میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ کی راہ میں ناکارہ اور نا قابل استعمال

چیز دینے کا ارادہ نہ کرو کہ جس کو تم بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو"۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ارشاد فرمایا "کسی کو ایسی چیز مت دو جو تم خود کھانا پسند نہیں کرتی ہو"

تَتَجَافٰی جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سورۃ حم السجدہ 16)

"راتوں کو ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

نبی کریم ﷺ کا اپنا معمول یہی تھا کہ اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو تو اللہ نے بخش دیا ہے پھر آپ ﷺ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً (کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں)

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

درجہ محسنین:

الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ فِيْ السَّرَّاء وَالضَّرَّاء وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ آل عمران 134)

"جو لوگ اپنے مالوں میں سے فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ تو اللہ (ایسے ہی لوگوں) محسنین سے محبت کرتا ہے"۔

سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں غصہ کی نفی کو مجاہدہ کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ مذکورہ آیت میں غصہ کو قابو کرنے والوں کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ ہر حالت میں خرچ کرتے ہیں اور اس کو پہلے ذکر کیا گیا ہے شائد اس کا یہ مطلب ہو کہ پہلے اللہ کی راہ میں آسانی یا تنگی میں خرچ کرو تو نتیجتاً

تم میں غصہ پر کنٹرول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی ۔اور درجہ احسان پالو گے جو کہ سلوک و تصوف کا مقصد ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً (8)
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُوراً (9) (سورۃ الدھر)

''یہ (مومنین) وہ لوگ ہیں جو اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مساکین کو، یتیموں کو اور قیدیوں کو اور کہتے ہیں ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم تم سے اس کا شکریہ چاہتے ہیں نہ ہی بدلہ۔

امام غزالیؒ عبید ابن عمیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت والے دن آدمیوں کا حشر اس حال میں ہوگا کہ بھوک اور پیاس کی حالت میں بالکل ننگے ہوں گے پس جس شخص نے دنیا میں اللہ کے واسطے کسی کو کھلایا ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ اسکو شکم سیر فرمائیں گے جس نے اللہ کے لئے پانی پلایا ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ سیراب فرمائیں گے جس نے کپڑا پہنایا ہوگا اس کو لباس عطا فرمائیں گے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاء الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (النور 37)

''اور مرد وہ ہیں جنھیں تجارت اور سودے اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے ۔اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن آنکھیں اور دل پھر جائیں گے''۔

بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ اکثر اس آیت شریفہ کا ذکر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے والوں کو صحیح مرد قرار دیا ہے ۔یعنی وہ بندے جو روزمرہ کے معمولات میں پھنس کر اللہ کو نہیں بھولتے اور ''دل بیار دست بکار'' کا مصداق ہوتے ہیں ۔اس عظیم صفت کے بعد نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر یقیناً یہ ثابت کرتا ہے کہ ان دونوں اعمال کا ذکر کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آدمی ذکر کرنے والا ہو اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے۔

یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (سورۃ البقرہ 219)

لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپؐ فرما دیجئے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو اپنے اہل وعیال کے خرچ سے بچے وہ ''عفو'' ہے۔

حضرت ابو امامہؓ آپ ﷺ کا ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ ''جو تجھ سے زائد ہے اس کو خرچ کر دے یہ تیرے لیے بہتر ہے۔اور اگر روک کے رکھے تو برا ہے۔اور بقدر ضرورت پر کوئی ملامت نہیں۔ خرچ کرنے میں اپنے گھر والوں سے ابتدا کر۔اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

آپ کے مال کے حقدار لوگ:

وَفِيٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (سورۃ الذریات 19)

"ان کے اموال میں حق ہے مانگنے والوں کا اور محروموں کا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین (محروم) وہ نہیں جو در بدر بھیک مانگتا ہے۔اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ تو خود اتنا مال ہو کہ اس کی حاجت کو پورا کرے اور نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اس کی اعانت کر سکیں۔یہی شخص دراصل محروم ہے۔

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ (سورۃ سبا 39)

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے روزی کی وسعت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے تنگی، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدل ضرور عطا کرے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے''۔

اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ خرچ کرنے سے اس کا مال گھٹ جائے گا تو اس کے لیے کافی ہے کہ اللہ چاہے تو وسعت رزق عطا کرے اور چاہے تو تنگی کر دے۔مگر عموماً دنیا میں ہی

خرچ کرنے کابدل مل جاتا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو فرشتے روزانہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں،ایک کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کواس کا بدل دے اور دوسرا کہتا ہے کہ روکنے والے کے مال کو اللہ ہلاک کردے۔جو شخص مال کو جوڑ کر رکھتا ہے اس کے لیے وعید آئی ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (1) الَّذِي جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَهُ (2) يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (3) كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (4)(الھمزہ)

''تباہی ہے ہر اس شخص کیلئے جو منہ در منہ طعنے دینے اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔جو مال کو جمع کرتا اور گن گن کر رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا۔ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ (بھڑکتی ہوئی آگ) میں ڈالا جائے گا''۔

متقین کی صفات:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سورۃ الشوریٰ38)

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی ان کا ہر کام باہم مشورے سے ہوتا ہے۔جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

مال اور اولاد کا فتنہ نفس کی تنگی سے نجات:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورۃ الحشر9)

''اور وہ (مومنین) دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود بھی ضرورت مند ہوتے ہیں۔اور جو نفس کی تنگی سے نجات پا گیا وہی فلاح پانے والا ہے''۔

شح سے مراد طبعی حرص اور بخل ہے ۔حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ شح ،بخل سے بھی شدید ہے ۔اس لیے کہ بخیل تو صرف اپنا مال روکتا ہے جبکہ شح اپنے مال کو روکنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسروں کا مال اس کے پاس آجائے ۔آپ ﷺ نے فرمایا

جس آدمی میں تین خصلتیں ہوں وہ شح سے بری ہے ۔ ۱)زکوٰۃ دینا ۲)مہمان کی مہمان داری کرنا ۳)مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد کرنا ۔اور فرمایا کہ ایمان اور شح ایک دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (15) فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْراً لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (16)

"بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں ۔اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ۔ پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی بات سنو اور مانو اور خرچ کرتے رہو ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔ جو شخص نفس کی تنگی (لالچ) سے محفوظ رہا، پس یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

باباجان قبلہ ڈار صاحبؒ مال و اولاد کے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ فتنے سے یہ مراد نہیں کہ یہ چیزیں بری ہیں بلکہ یہ آدمی کی آزمائش کا سبب ہیں اور اللہ نے یہ بتا کر احسان کیا ہے کہ ان سے بچ کر رہنا کہ تمہاری آزمائش ان کے ذریعے کی جائے گی۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خوب کماؤ خوب کھاؤ اور خوب اللہ اللہ کرو۔یعنی اگر ان آزمائشوں نے آپ کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کیا تو آپ سرخرو ہیں اور اگر اللہ کو بھول گئے تو سمجھ لو کہ گرفت میں آچکے ہو۔

آپ ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے کہ ازواج کی کثرت کے باوجود ان کے حقوق کی

یکساں ادائیگی میں کوئی فرق نہ آیا۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آذان کی آواز آتی تو آپؐ ہم سے یوں بیگانے ہوجاتے جیسے جانتے ہی نہیں (یعنی نماز کی تیاری میں مشغول ہوجاتے اورسب کام چھوڑدیتے)حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ خوداپنی اولاد میں سے 125 تودفن کرچکا ہوں (الاصابہ)اور جوزندہ رہے وہ اس کے علاوہ ہیں پوتے وغیرہ اس پر مزید۔آپ نے بکثرت جہاد میں بھی شرکت فرمائی اور بہت زیادہ احادیث بھی آپ سے مروی ہیں مگر اولاد اور مال کی کثرت آپ کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکی۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے حامل لوگوں کو"مرد" قرار دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيْهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (**سورة البقره 254**)

اے ایمان والو!خرچ کرواس میں سے جوہم نے تم کودیا ہےقبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید وفروخت ہوسکتی ہے، نہ دوستی ہوگی نہ کسی کی (اللہ کی اجازت کے بغیر) سفارش ہوگی

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (9) وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِيْ إِلَى أَجَلٍ قَرِيْبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِيْنَ (10) وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْساً إِذَا جَاء أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (11)(سورة المنافقون)

اے ایمان والو!تم کوتمہارے مال اورتمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جوایسا کریں گے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔ اور جوکچھ ہم نے تم کودیا ہےاس میں سے خرچ کرواس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے۔ اور وہ کہنے لگے اے میرے ربّ مجھ کو

تھوڑے دن کی اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ وخیرات کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو اس وقت مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آجائے۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں تجھے بتاتا ہوں کہ ضرورت کا وقت کون سا ہوتا ہے میری ضرورت کا وقت وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں ڈال دیا جاؤں گا۔ وہ دن محتاجی کا ہوگا۔ مزید فرمایا، تیرے مال میں تین قسم کے شریک ہیں پہلا مقدر، معلوم نہیں تقدیر تیرے برے مال کو لے جائے یا اچھے مال کو (اگر میں اچھے مال کو یہ سمجھ کر سنبھالوں کہ میرے کام آئے گا اور وہ ضائع ہو گیا تو کیا فائدہ۔ تو کیوں نہ میں اسے اللہ کے ہاں جمع کروا دوں) دوسرا شریک وارث ہے جو اس انتظار میں ہے کہ کب تو گڑھے میں جائے اور وہ تیرا مال حاصل کرے۔ اور تیسرا شریک تو خود ہے (کہ اپنے کام میں لاسکتا ہے) پس اس بات کی کوشش کر کہ تینوں میں سے تو کہیں کم حصہ پانے والوں میں سے نہ ہو جانا (یعنی اللہ کے راہ میں خرچ کر دینا تا کہ تیرے کام آئے) آپ ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو تو اپنی تندرستی کے وقت خرچ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ دم نکلنے لگے تو کہے کہ اتنا فلاں کو دے دو اور اتنا فلاں کو۔ کہ اب تو وہ وارثوں کا ہو چکا۔ الغرض انفاق کی بابت قرآن وسنت میں کثرت سے تاکید کی گئی ہے کہ ان کو بیان کرنے کیلئے کئی دفتر درکار ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ ہم مال کی محبت سے نکل آئیں اور اپنے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرلیں اور اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر کے یہاں سے رخصت ہوں اور قیامت کے دن اللہ کی تیار کردہ جنتوں اور لازوال نعمتوں کے مستحق قرار پائیں۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ط

﴿پیر خان توحیدی﴾

قرآن مجید فرقانِ حمید کے پارہ نمبر 19 کی آیت نمبر 124 "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ط" اس آیت مبارکہ میں تین چیزوں کا ذکر ہے نمبر 1۔ اَنْذِرْ نمبر 2۔ عَشِیْرَ نمبر 3۔ اَقْرَبِیْن۔ انذر کے معنی ہیں ڈرانا عشیرہ کے معنی ہیں خاندان کنبہ، اقربین کے معنی ہیں رشتہ دار۔ اس پوری آیت کے معنی ہیں اور ڈراؤ اپنے خاندان اور قریبی رشتہ داروں کو۔ یہ بات غور طلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر تبلیغِ رسالت اور انذر یعنی ڈرانا پوری امت کے لیے فرض ہے لیکن اس جگہ خاندان کے لوگوں کی تخصیص میں کیا حکمت ہے۔ غور کیا جائے تو اس میں تبلیغ اور دعوت کو آسان اور موثر بنانے کا ایک خاص طریقہ بتلایا گیا ہے جس کے نتائج دوررس ہیں وہ یہ کہ اپنے خاندان کے لوگ اپنے سے قریب ہونے کی بنا پر اس کے حق دار بھی ہیں کہ خیر اور اچھے کاموں میں ان کو دوسروں سے مقدم رکھا جائے۔ باہمی تعلقات اور ذاتی واقفیت کی وجہ سے ان میں کوئی جھوٹا دعویدار نہیں کھپ سکتا اور جس کی سچائی اور اخلاقی برتری خاندان کے لوگوں میں معروف ہو اس کی اچھی تحریک میں شامل ہو جائیں تو ان کی اخوت اور امداد بھی پختہ بنیادوں پر قائم ہوتی ہے اور جب قریبی رشتہ داروں عزیزوں کا ایک ماحول حق وصداقت کی بنیادوں پر تیار ہو گیا تو روزمرہ کی زندگی میں ہر ایک کو دین کے احکامات پر عمل کرنے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے اور پھر ایک مختصر سی طاقت تیار ہو کر دوسروں تک دعوتِ تبلیغ کے پہنچانے میں مدد ملتی ہے۔

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے جبلِ صفا پر کھڑے ہو کر زمانے کے دستور اعلان کے مطابق یا صاحبا۔ یا صاحبا۔ کہہ کر خانوادہ قریش کو پکارا اور جب سب جمع ہو گئے تو ایک مثال دے کر سمجھایا کہ بلاشبہ میں خدا کا پیغمبر اور رسول ہوں پھر فرمایا لوگو اگر میں

تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر جرار جمع ہو رہا ہے اور تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے صادق سمجھو گے لوگوں نے کہا ہم نے ہمیشہ آپ ﷺ کو صادق اور امین پایا ہے ہم آپ ﷺ کی بات پر یقین کریں گے تب آپ ﷺ نے فرمایا لوگو میں تم کو خدائے واحد کی جانب بلاتا ہوں اور صنم پرستی سے بچانا چاہتا ہوں ۔تم اس دن کے عذاب سے ڈرو جب خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال اور کردار کا جواب دینا ہوگا ۔بُت پرستی کے خلاف یہ آواز سن کر ان کے اندر ایک آگ سی دوڑ گئی مخالفت میں تمام قریشی سردار اٹھ کر کھڑے ہوئے آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب کو طیش آ گیا غضب ناک ہو کر کہنے لگا تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اس لئے ہم کو جمع کیا تھا؟

تبلیغ کا کام اگر چہ اتنا آسان نہیں اس میں طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، راستہ روکنے کے لئے رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور اپنے بھی مخالفت کیلئے میدان میں کود پڑتے ہیں لیکن ایک سچے داعی کے لیے یہ ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں جس نبی رحمت ﷺ کے خاندان والوں نے ابتداء میں آپ ﷺ کی مخالفت کی اور پیغامِ حق کو ماننے سے انکار کر دیا مگر رفتہ رفتہ خاندان کے لوگوں میں اسلام اور ایمان داخل ہونا شروع ہو گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسلام عرب کی زمین سے پھیلتا ہوا دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا ۔

ہم ایک ایسے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کی بنیاد اللہ کے ایک کامل ولی اور ہمارے ہادی و مرشد جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے قرآنی تعلیمات اور حدیث نبوی ﷺ کے عین مطابق رکھ کر اصلاح کا کام سرانجام دینے کے لیے ایک تحریک شروع کی جس کا نام سلسلہ عالیہ توحیدیہ رکھا اور متلاشیانِ حق کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کر کے ان کے دلوں میں اللہ کی محبت اور اللہ کے ذکر کے دیپ جلا کر انہیں یہ سبق پڑھایا کہ ------

اوّل آخر اللہ ہے ظاہر باطن ہے اللہ
حاضر ناظر ہے اللہ لا الٰہ الا اللہ

یہی وہ درد ہے جو دلوں کی سیاہی دور کر کے بندوں کا تعلق اپنے مولا سے مضبوط سے مضبوط تر کرتا ہے۔انصاریؒ صاحب نے نہ صرف فیضِ نظر سے بلکہ تحریر وتقریر سے بھی مخلوق خدا کی رہنمائی فرمائی ۔آپ دردمند صاحب دل اور حسن ومحبت کا پیکر تھے آپ ملتِ اسلامیہ کی تعمیر نو کا سلسلہ محکم بنیادوں پر استوار کرنا چاہتے تھے آپ کا مقصد حیات ہی بندوں کا تزکیہ نفس کر کے انہیں اللہ سے ملانا تھا۔یہ حقیقت ہے کہ خواجہ صاحب کی تصنیف کردہ تعمیر ملت نہ صرف مریدین سلسلہ کے لئے مشعل راہ ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی قابل اعتماد رہنما ہے جو اس الحاد پرست دور میں حق وصداقت کے متلاشی ہیں ۔آپ کا فرمان ہے کہ میں نے یہ سلسلہ ماڈرن اور پڑھے لکھے نوجوانوں کی اصلاح کا کام روحانیت کے ذریعہ انجام دینے کے لئے قائم کیا ہے روحانی بزرگ اور مبلغ تیار کرنا میرا مقصود ہے جو حق وباطل میں تمیز کر کے سستی کاہلی چھوڑ کر کام کرنا سیکھیں اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اللہ سے تعلق جوڑیں اور بندگان خدا کی اصلاح کریں پھر اللہ کے فضل اور آپ کی دعاؤں کے طفیل سلسلہ میں ایسے ولی اللہ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی روحانی صلاحیتوں اور تبلیغی کاوشوں سے کتنے ہی لوگوں کی اصلاح کی اور اس سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے روشناس کرایا ان مبلغوں میں قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا نام سرفہرست ہے ۔قبلہ انصاریؒ کے انتقال پر ملال کے بعد سلسلہ کی ذمہ داریاں قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ نے سنبھال لیں جنہیں انصاری صاحب نے اپنی حیات ہی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔بعد ازاں مجازین واصحاب الرائے اور بزرگ بھائیوں نے قبلہ ڈار صاحب کو اس منصب کے لئے منتخب کر دیا۔قبلہ ڈار صاحب نے بہت جلد اپنی فراست اور قابلیت سے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے منشور اور تعلیمات کے عین مطابق سلسلہ کی شیرازہ بندی کر کے سلسلہ کی تعلیمات کو آگے بڑھا کر اس کی ترقی میں ریکارڈ اضافہ کیا۔ ڈار صاحب کو دینی ۔دنیاوی ۔روحانی اور سائنسی علوم پر خوب دسترس حاصل تھی ۔اس سے آپ کی تبلیغ نہایت موثر اور دل کو لگنے والی ہوتی تھی ۔الفاظ کا اتنا ذخیرہ اللہ نے آپ کو عنایت کیا ہوا تھا کہ آپ گھنٹوں بولتے اور سننے والے بڑے شوق اور انہماک سے آپ کی باتیں سنا کرتے اپنے

سالانہ دوروں میں بھائیوں کی اصلاح فرماتے اور انہیں اپنے رب کے ساتھ رابطہ کرنے کے گُر اور طریقے بتاتے آپ نے ایک عرصہ دراز تک اس سلسلہ کی خدمات انجام دیں اور نئے حلقے بنا کر دور دراز علاقوں میں بھی توحیدی نغمے

کوئی بھی سانس ہو خالی نہ ذکر باری سے

بنا کے وردِ زباں لا الہ الا اللہ

جاری و ساری کر دیئے۔ اس سلسلہ کی خدمات جو قبلہ ڈار صاحب نے سرانجام دیں ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں گی۔ لیکن اس عالم آب و گل میں کسی کو ثبات نہیں ہر ایک نے اپنے مقررہ وقت کے بعد اپنے خالق حقیقی کے پاس ضرور جانا ہے۔ ڈار صاحب بھی اپنا مشن پورا کر کے اپنے اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرما کر آپ کو اپنے انعام یافتہ مقربین بندوں کی صف میں شامل فرمائے۔ آمین۔

توحیدی دستور کے عین مطابق ڈار صاحبؒ نے قبلہ محمد یعقوب صاحب کو اپنی حیات ہی میں اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کر دیا تھا جسے سب توحیدی بھائیوں نے پسند فرمایا اس عمل کے تقریباً ایک سال بعد ڈار صاحب کا انتقال ہوا تو سلسلہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ یعقوب صاحب نے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کو بڑے احسن اور پر اعتماد طریقہ سے آگے بڑھانے کی کوششیں شروع کر دی۔ قبلہ یعقوب صاحب اگرچہ قبلہ انصاری صاحبؒ اور قبلہ ڈار صاحبؒ کے ادوار میں بھی سلسلہ کی تعلیمات کی تبلیغ کرنے اور بھائیوں کو سلسلہ میں لانے کی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے لیکن شیخ سلسلہ کا چارج سنبھالنے کے بعد اپنی جملہ مصروفیات کو ترک کر کے بھائیوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کی طرف دھیان دینا شروع کر دیا۔ اپنے سالانہ دوروں میں بھائیوں کی بہت ساری غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کی جو مندرجہ ذیل ہیں:

نمبر۱۔نماز کو پابندی کے ساتھ وقت مقررپر ادا نہ کرنا۔

نمبر۲۔وعدہ وفا نہ کرنا۔

نمبر۳۔دل آزاری کرنا۔

نمبر۴۔قرض لے کر واپس نہ کرنا۔

نمبر۵۔مرکز سے رابطہ نہ کرنا۔

نمبر۶۔غصہ پر کنٹرول نہ کرنا۔

نمبر۷۔پابندی کے ساتھ نفی اثبات اور پاس انفاس کا ذکر نہ کرنا۔وغیرہ وغیرہ

یہ ایسی غلطیاں اور برائیاں ہیں جن کا ہمیں اعتراف کرنا ہوگا اور ان کی اصلاح کرنا ہمارے لئے لازمی ہے۔ہم نے اللہ کو حاضر ناظر جان کر مرشد کے ہاتھ پر ان برائیوں سے اجتناب کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔اگر ان غلطیوں اور کوتاہیوں کی ہم نے اصلاح نہ کی تو ہمارا بیعت ہونا کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔اور نہ ہم کسی اور کی اصلاح کر سکیں گے۔بلکہ اللہ کے سامنے ہمیں جواب دینا ہوگا۔

ہمارے موجودہ شیخ جناب محمد یعقوب صاحب کی یہ خواہش ہے جس کا وہ کئی بار اظہار بھی کر چکے ہیں کہ سلسلہ سے منسلک بھائی مثالی اخلاق و کردار سے یہ ثابت کریں کہ واقعی وہ کسی تنظیم کے رکن ہیں کسی بزرگ سے انہیں روحانی نسبت ہے، یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ بھائی سلسلہ کی تعلیمات پر عمل کر کے اپنے اندر وہ خوبیاں پیدا کریں گے جو ہمارے شیخ چاہتے ہیں آپ یقین کریں کہ اس لادینی دور میں تبلیغ ہی ایک ذریعہ ہے جس سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کی جا سکتی ہے۔اس سلسلہ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے بہت کچھ سکھایا ہے اگر ہم لوگ اپنی پہلی زندگی اور اس سلسلہ میں آنے کے بعد کی زندگی کا موازنہ کریں تو نمایاں فرق معلوم ہوگا۔ آج ایسے لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے جو دین سے بہت دور ہو چکے ہیں اور جنہیں نماز کے

بنیادی مسائل کا بھی علم نہیں جنہیں یہ بھی خبر نہیں کہ نماز میں بھول چوک ہو جائے تو کیا کریں گے۔ ایسے بھی ہیں جنہیں نماز کے فرائض اور واجبات کا علم بھی نہیں۔ غلطیاں تو اور بھی بہت ہیں لیکن میں نے نماز کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہ وہ عمل ہے جس سے ہماری زندگیاں سدھرتی ہیں جو ہمیں برائیوں سے بچاتی ہے، جو ہمیں اللہ سے ہم کلامی کا شرف بخشتی ہے۔ سجدوں کے اندر جو سرگوشیاں ہم زمین پر کرتے ہیں وہ عرش پر اللہ کو سنائی دیتی ہیں اور بروزِ قیامت ہماری شفاعت کا ذریعہ بنے گیں۔

یہاں پر میں مجازین و خادمین سے گزارش کرونگا کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ کا کام شروع کریں اور سلسلہ کی تعلیمات کو پھیلانے کا فریضہ انجام دیں۔ بھائیوں کی نہ صرف روحانی اصلاح کریں بلکہ ان کے معیاری اخلاق و کردار کی درستگی پر بھی توجہ دیں۔ مجازین و خادمین کے علاوہ حلقہ کے دوسرے پڑھے لکھے بھائی بھی اس کارِ خیر میں حصہ ڈالیں اپنے قریبی رشتہ داروں، دوستوں اور شناساؤں کے درمیان پیار و محبت کے ساتھ سلسلہ کی تعلیمات کا اپنی اپنی قابلیت اور حیثیت کے مطابق پرچار کریں اور انہیں حلقہ ذکر میں آنے کی دعوت دیں۔ پڑھے لکھے دوستوں کو قبلہ انصاری صاحبؒ کی تصانیف بطور تحفہ پیش کریں۔ آپ پر لازم ہے کہ نئے آنے والے دوستوں کا گرم جوشی سے استقبال کریں اور ذکر شروع کرنے سے پہلے بجائے دنیاوی اور سیاسی بحث مباحثہ کے اللہ اور رسول ﷺ کی باتوں کو موضوعِ سخن بنائیں یا قبلہ انصاری صاحبؒ کے فرمودات پر بات چیت کر کے ذکر سے پہلے ایک وجدانی کیفیت اور خوشگوار ماحول بنانے کی کوشش کریں۔ ایسے ماحول میں جب دل و دماغ میں سوائے اللہ کے اور کوئی ہستی موجود نہ ہوگی تو ذکر کے اثرات یقیناً دیرپا ہوں گے۔ اور روح کی بالیدگی میں بھی اضافہ ہوگا۔

میرے توحیدی بھائیو! توحید کوئی معمولی چیز نہیں یہ پوری کائنات اسی توحید کے بل بوتے پر قائم و دائم ہے قبلہ انصاری صاحبؒ نے بڑی سوچ بچار کے بعد اس سلسلہ کا نام توحیدی رکھا ہوگا کیونکہ اس میں دوئی کی بُو تک نہیں۔ یہ وہی نغمہ ہے جس نے ابوبکرؓ کو صدیق اور عمرؓ کو فاروق کا لقب دیا، جس نے عثمانؓ کو ذوالنورین اور علیؓ کو حیدر کرار بنایا۔ جس نے حبشہ کے

بلالؓ کوسیدی بلالؓ اور فارس کے مآبہ کوسیدی سلیمان فارسیؓ کا رتبہ عطا فرمایا۔ ہم لوگ خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس توحیدی سلسلہ میں شامل ہونے کی توفیق بخشی۔

ہر دور کے پیغمبر اور رسول کا یہ بنیادی فرض رہا ہے کہ وہ انسانوں کی اصلاح کریں اور ان کی کمزوریوں کو دور کر کے انہیں معاشرہ کا مفید شہری بنائیں۔ نبی آخر الزمان ﷺ کے بعد یہ فریضہ تبلیغ اُمتِ مسلمہ کے معلمین، مصلحین اور مفکرین پر ڈالا گیا، جنہوں نے اس امت کی اصلاح کرنے اور ان کا تزکیہ کرنے میں بڑا کام کیا۔ ان ہستیوں میں ہمارے رہبر و رہنما جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا نام بھی شامل ہے۔ تزکیہ اور تربیت جہاں ایک داعی کا اہم فریضہ ہے وہیں ایک بڑا کٹھن، صبر آزما حوصلے اور جرأت کا کام بھی ہے۔

انسان چونکہ خوبیوں اور کمزوریوں کا مجموعہ ہے، جس کی نشان دہی قرآن اس طرح کرتا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا دوسری طرف قرآن اس بات کا بھی اشارہ کرتا ہے کہ ہم نے انسان کو طبعاً کمزور پیدا کیا ہے اور ایک جگہ قرآن یہ بھی فرماتا ہے کہ انسان ظالم بھی ہے اور جاہل بھی۔ کسی بھی داعی اور مصلح کے لئے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ہر انسان بڑا ہو یا چھوٹا تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ اس میں خوبیاں بھی ہونگی اور کمزوریاں بھی اس لئے ایک داعی اور مصلح کا کام اپنی کوششوں کو آگے بڑھانا اور درست سمت میں رکھنا ہے نہ کہ کسی کی کمزوریوں اور خامیوں کو بہانہ بنا کر مایوس ہو کر بیٹھ جانا۔

اللہ کے فضل سے ہمارے سلسلہ میں پڑھے لکھے بھائیوں کی کمی نہیں جو اپنی تبلیغ کے ذریعے دوسرے بھائیوں کی اصلاح کا کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اور سلسلہ کی تعلیمات کو پھیلانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں ہمارے سلسلہ کا ماہانہ "مجلّہ فلاح آدمیت" بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے جس میں بہت تھوڑے بھائی حصہ لیتے ہیں اگر اور بھائی بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور

اپنے خیالات دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی کوشش کریں تو زیادہ بہتر ہوگا ہفتہ وار حلقہ میں بھی وقت نکال کر تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا جاسکتا ہے ۔جس آدمی کو سلسلہ میں شامل کرنا چاہیں اس پر فیضِ نظر اور قلبی توجہ کا اثر ڈالیں اور اللہ سے اس کے حق میں دُعا کریں تبلیغ کا کام ایک عظیم کام ہے اور کام جتنا عظیم ہوتا ہے اس کیلئے اُسی قدر بلند حوصلہ اور جدو جہد درکار ہوتی ہے صرف خواہش کر لینے اور سوچ بچار کرتے رہنے سے کبھی کوئی عظیم کارنامہ انجام نہیں پاتا ۔آپ کے راستہ میں کیسی ہی دشواریاں اور رکاوٹیں پیش آئیں آپ بد دل اور مایوس ہرگز نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد کرے گا۔

توحیدی بزرگوں دوستوں اور بھائیوں سے یہ التماس ہے کہ آج ہم مل کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اس اجتماع سے واپس جا کر اس سلسلہ کی تعلیمات ،جس کا مقصد اور مدعا ہی یہی ہے کہ:

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستیوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

ہم نہ صرف اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ کریں گے بلکہ اپنے خاندان کے لوگوں اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنے شناساؤں کی بھی تبلیغ کے ذریعے اصلاح کریں گے اور ان کو توحید کا وہ درس دیں گے جو ہمیں قبلہ انصاریؒ نے دیا ہے ۔خصوصاً اعلیٰ تعلیم یافتہ بھائیوں سے گزارش ہے کہ اپنے پیارے مرشد کی زندگی بخش تعلیم کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے آگے بڑھیں اور اپنی صلاحیتوں کو مخلوقِ خدا کی اصلاح کے عظیم کام میں صرف کر دیں تاکہ زمانہ ہمیں بانی سلسلہ جیسے مقربِ خدا کا ولی اور عظیم انسان کے کام کرنے والے بیٹوں کے طور پر یاد رکھے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سلسلہ کی تعلیم پر پورے ذوق وشوق سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی پیاری مخلوق کی اصلاح اور اسلام کی سر بلندی کے لئے جان و مال سے تبلیغ کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمائے ۔مسلمانانِ عالم کو متفق اور متحد ہو کر کفار کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ملک پاکستان کو موجودہ بحرانوں سے نکال کو خوشیوں اور مسرتوں کا گہوارہ بنائے ۔

سالانہ کنونشن 2015 لمحہ بہ لمحہ

(حافظ محمد یٰسین)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ روح پرور اجتماع 17، 18 اپریل کو مرکز تعمیر ملت وحید کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب توحیدی مدظلہ کی زیر نگرانی منعقد ہوا۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد عصر حاضر کے عظیم صوفی بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1950 کی دہائی میں رکھی۔ ہر تنظیم کے کچھ خاص مقاصد ہوتے ہیں۔ جن کے پیش نظر وہ ایسے اجتماعات ضرور منعقد کرتی ہے جن سے ان کی تعلیمات کا عکس جھلکتا ہے۔

بانیٔ سلسلہ نے 1962 میں چوتھے سالانہ اجتماع کے موقع پر اپنے خطبے کا آغاز ہی اس بات سے کیا کہ "وہ تمام جماعتیں جو کوئی بڑا کام کرنا چاہتی ہیں ایسے سالانہ اجتماعات ضرور منعقد کرتی ہیں لیکن فائدہ صرف انہی جماعتوں کو پہنچتا ہے، جس کے ارکان ایسے اجتماعات میں منظور ہونے والی تجاویز پر جوش، استقلال اور خلوص سے عمل کرتے ہیں"۔ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے بھائیوں کی آمد جمعہ کو صبح ہی سے شروع ہوگئی تھی دور ونزدیک کے بہت سے حلقہ جات کے بھائیوں نے سالانہ اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

سالانہ اجتماع کا باقاعدہ آغاز نماز جمعہ کے بعد تلاوت قرآن پاک سے ہوا تلاوت کی سعادت حافظ عبدالکریم صاحب آف ملتان نے حاصل کی۔ بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کے لیے ڈسکہ سے جناب عبدالرشید ساہی کو دعوت دی گئی جنہوں نے بہت خوبصورت انداز میں نعت رسول ﷺ پیش کی۔ خطبہ استقبالیہ جناب عبدالقیوم ہاشمی نے پیش کیا، جس میں انہوں نے قبلہ محمد یعقوب توحیدی اور مقامی بھائیوں کی طرف سے باہر سے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا جو اپنی گوناگوں مصروفیات ترک کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یہاں تشریف لائے۔ اس کے بعد وقفہ چائے وشرینی ہوا۔

سلسلۂ تقاریر میں سب سے پہلے گوجرانوالہ سے محمد صدیق مغل صاحب نے ''قبلہ انصاری صاحبؒ میری یادوں کے دریچوں میں'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ ایک ولی کامل اور دوراندیش ہستی تھے اور انہوں نے بابا جان کی صحبت وشفقت کو مثالی قرار دیا۔ راولپنڈی کے بھائی خورشید احمد صاحب نے بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور قبلہ ڈار صاحبؒ سے اپنی ملاقاتوں کا احوال بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان فرمایا۔ خورشید احمد صاحب نے قبلہ انصاری صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ آپؒ بہت بڑے ولی اللہ تھے کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو ہم نے حقیقت کا روپ دھارتے دیکھا ہے۔

گفتگو کا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہوگیا۔ نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد محفل ذکر منعقد ہوئی۔ راولپنڈی کے بھائی پیر خان صاحب نے حلقہ ذکر کرایا، قبلہ محمد یعقوب خان نے خصوصی دعا فرمائی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد وقفہ طعام و آرام ہوا۔ پہلے دن کے اجلاس کی کاروائی میں نقابت کے فرائض راقم الحروف نے سرانجام دیے۔

اجتماع کے دوسرے دن نماز فجر کے بعد ایصال ثواب کے لیے اجتماعی ختم قرآن پاک کا اہتمام کیا گیا ختم قرآن کے بعد شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب نے دعا فرمائی۔ تقریباً ساڑھے چھ بجے مجلس مشاورت منعقد کی گئی جس میں تمام مجازین کرام اور خادمان حلقہ نے شرکت کی۔ مجلس مشاورت میں مختلف انتظامی امور کا جائزہ لیا گیا۔

اجتماع کے دوسرے دن کے اجلاس کی کاروائی کا آغاز دن ۱۰ بجے ہوا تلاوت قرآن پاک حافظ عبدالکریم صاحب نے فرمائی اور نعت رسول مقبول ﷺ ماجد محمود توحیدی نے پیش کی سلسلہ تقاریر میں عزیز عارف صاحب نے اظہار خیال فرمایا، جبکہ عبدالرشید ساہی صاحب نے ''قبلہ ڈار صاحب میری یادوں کے دریچوں میں'' کے عنوان کے تحت گفتگو فرمائی۔ اور قبلہ ڈار صاحبؒ کی شخصیت و بزرگی کے حوالے سے بہت خوبصورت واقعات توحیدی بھائیوں کی

ساعتوں کی نذر کیے۔شجاع آباد سے تشریف لائے بھائی عابد کبیر شاہ نے تنظیم کے لیے باہمی رابطے کی اہمیت پر مدلل مقالہ پیش کیا۔انہوں نے فرمایا کہ بھائیوں کا باہمی رابطہ ضرور رہنا چاہیے نزدیکی حلقہ جات کے بھائی ایک دوسرے کے ہاں جانا ،اپنا معمول بنالیں ۔مجازین کرام اور خادمان حلقہ اس سلسلے میں مرکزی کردارادا کر سکتے ہیں ۔ملتان کے بھائی فیصل خان نے اپنے مقالہ میں قبلہ ڈارصاحبؒ کا سلسلہ اور مریدین کے لیے بے لوث محبت کا بطور خاص ذکر کیا۔ سلسلہ تقاریر میں راولپنڈی کے بزرگ بھائی پیر خان توحیدی صاحب نے مترنم آواز میں ترانہ توحیدیہ پڑھا اور اپنا مقالہ پیش کیا۔حلقہ ملتان کے بھائی امین شاہ صاحب نے ذکر نفی اثبات کے طریقے پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد وقفہ طعام و آرام ہوا۔

سالانہ اجتماع کے دوسرے دن کے دوسرے اجلاس کا آغاز نماز عصر کے بعد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک حافظ عبدالکریم صاحب جبکہ نعت رسول کریم ﷺ کی سعادت ملتان کے ہی بھائی محمد یٰسین نے حاصل کی ۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع کا ایک اہم حصہ شیخ سلسلہ کا سالانہ خطبہ ہوتا ہے ۔یہ خطبہ سالانہ اجتماع میں مرکزی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

شیخ سلسلہ جناب قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی نے زاد راہ کے نام سے سالانہ خطبہ ارشاد فرمایا ۔اپنے خطبے کے آغاز میں آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس کی توفیق سے ایک بار پھر اکٹھے ہوئے اور اپنے بھائیوں سے مل سکے ۔اور ایک دوسرے کے تجربات اور علم سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے ۔شیخ سلسلہ کے خطبے کا موضوع **''تزکیہ اور تعلق باللہ''** تھا۔

مدیر فلاح آدمیت جناب احمد رضا خان نے انفاق فی سبیل اللہ کے حوالے سے چند گزارشات پیش کیں ۔جن میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا گیا۔ نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر اور نشست بیعت منعقد ہوئی ۔بعد نماز عشاء وقفہ طعام ہوا اور پھر تقریباً ۱۱ بجے محفل سماع کی نشست ہوئی ۔اسٹیج پر شیخ سلسلہ محمد یعقوب توحیدی صاحب درمیان

میں جبکہ ان کے دائیں طرف خالد محمود بخاری صاحب اور بائیں طرف پیر خان صاحب تشریف فرما تھے۔ معین افضل قوال و ہمنوا نے محفل سماع میں اپنے فن کا بہترین مظاہرہ کیا۔ توحیدی بھائیوں نے محفل سماع کو بے حد پسند کیا۔ محفل سماع کے بعد ترانۂ توحیدیہ پڑھا گیا اور شیخ سلسلہ نے خصوصی دعا فرمائی۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ناشتے کا اہتمام اور پھر شیخ سلسلہ سے الوداعی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو بھائیوں کی روانگی تک جاری رہا۔

سالانہ کنونشن 2015 کے انتظامات کی ذمہ داری جناب ماسٹر محمد طالب صاحب، جناب محمد ریاض صاحب، جناب پروفیسر احمد رضا خان کو سونپی گئی تھی۔ ان حضرات کی معاونت کے لیے قرب و جوار کے حلقہ جات سے بھائیوں نے رضا کارانہ طور پر کنونشن کے انتظامات میں بھرپور حصہ لیا۔ خصوصاً سید قیصر شاہ بخاری، جناب محمد اقبال اور محمد انور کے نام قابل ذکر ہیں۔ ملتان کے بزرگ بھائی جناب خالد محمود بخاری صاحب بھی تمام معاملات کو بہت باریک بینی سے دیکھتے رہے اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ 19 اپریل بروز اتوار ناشتے کے بعد سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ لیکن حقیقت میں یہ آئندہ سال کے لیے نئے عزم اور موقع کا نقطۂ آغاز تھا۔ اجتماع کا سماں اگلے سارے سال کے لیے ہمارے دلوں میں تازگی اور نیا جوش پیدا کرتا رہے گا۔ آخر میں ہم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ ہمیں اپنی محبت اور لقاء نصیب فرمائے اور ہمیں سلسلہ کی تعلیم پر خود عمل کرتے ہوئے دوسرے لوگوں تک یہ تعلیم پہنچانے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ **آمین**۔

عمل کی اھمیت

(عبدالحکیم)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید وفرقان حمید کی سورۃ العصر میں ارشاد فرمایا۔"قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے"۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔"زندگی اور موت کو پیدا کیا تا کہ وہ جانچے کے تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے"(سورۃ المُلک آیت-2)

ہم لوگ زمانے کو برا کہتے ہیں کہ زمانہ خراب ہو گیا ہے۔اگر زمانہ خراب ہو گیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم نہیں کھاتا۔اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات آفاقی ہیں جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے اسی طرح رواں دواں ہے۔اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔اجرام فلکی کی گردش، لیل ونہار کی تبدیلی، موسموں کا تغیر وتبدل اور پیدائش اور اموات کے عمل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دنیا اور دین میں کامیابی کے لئے عمل ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا فرما کر اس میں اپنی روح کا فیض ڈالا۔اور اسے علم الاشیاء عطا فرما کر مسجود ملائک کا شرف بخشا۔ان خصوصی فضائل کے ساتھ ساتھ اس پر ایک بہت بھاری ذمہ داری بھی ڈالی گئی۔جس کو اُٹھانے سے زمین وآسمان نے گریز کیا۔اسے انسان کی فطرت پسند طبیعت نے قبول کر لیا۔اس طرح اس نے اپنے آپ کو اعمال کا ذمہ دار اور جزا وسزا کا مستحق ٹھہرا لیا۔اس طرح زندگی اسکے لئے آزمائش اور ابتلا کا دور بن گئی۔

تعمیر ملت میں قبلہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے کسی جماعت کی ترقی کے لئے جو پانچ قرآنی اصول بیان کئے ہیں ان میں سے پانچواں اصول "**عـــمـــل**" ہے۔فرماتے ہیں کہ "جماعت کیلئے عمل بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک زندہ جسم کے لئے حرکت۔اگر کوئی جاندار پیدا ہونے سے مرنے تک کوئی حرکت نہ کرے، ہمیشہ بے حس وحرکت ایک ہی حالت میں پڑا رہے تو خواہ اسکی

عمر ہزاروں برس ہی کیوں نہ ہو اس پر زندہ کا لفظ صادق نہیں آتا۔ قرآن پاک میں سستی، کاہلی اور بے عملی کی سخت مذمت کی گئی ہے اسلئے صحابہ کبارؓ ان چیزوں کو پاس بھٹکنے بھی نہ دیتے تھے۔

فرماتے ہیں "اس زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو"۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اپنا دنیا کا حصہ حاصل کئے بغیر دم نہ لو" کہتے ہیں کہ ہم سے یوں مانگو "اے ہمارے ربّ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں کی نعمتیں عطاء فرما"۔ مبداو معاد کی گھتیاں سلجھانے کے لئے قرآن میں سینکڑوں جگہ ارشاد ہے کہ ہماری نشانیوں میں غور کیا کرو۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے "دنیا میں سفر کرو اور معلوم کرو کہ آفرینش کی ابتداء کیونکر ہوئی"۔ دیکھنے میں یہ ایک معمولی سی بات اور چھوٹی آیت ہے لیکن اسی ایک سوال کا جواب معلوم کرنے کی کوشش سے بیسیوں علوم وجود میں آ گئے۔ مسلمانوں کو مصروف عمل رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا نہیں کہا۔ سارا قرآن "عمل کرو، عمل کرو، مناسب عمل کرو" کے الفاظ سے بھرا پڑا ہے۔ کسب معاش، نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد، تبلیغ اور تفکر فی الآیات کے احکام اگر قوت عمل کو بیدار کرنے، متحرک رکھنے کے لئے نہیں تو پھر کس لئے ہیں۔ مگر افسوس کہ جس قدر زیادہ قرآن میں عمل پر زور دیا گیا ہے۔ اسی قدر ہم نکمے، سست، بیکار، اور بے عمل ہیں۔

اتباع عمل: ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمل کرتے وقت کس کی اتباع کرنی چاہیے۔ عمل دو طرح کا ہوتا ہے۔ عمل صالح، اور عمل بد، کیوں کہ ہم قرآن پاک کی اصل تعلیمات سے بے بہرہ ہیں۔ عمل کرنا تو دور کی بات ہے، ہم لوگ تو قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کی بجائے رسوم پرستی اور روایت کو اسلام سمجھ رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں قرآن میں ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دیگا۔ (آلِ عمران-31)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ "تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"۔

صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم کی تعلیم پر حضور اکرم ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے وعدے سچے اور دائمی ہیں۔ اس کی سچی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اور اس کے سچے رسول ﷺ کی حیات طیبہ کا لحظ لحظ محفوظ ہے اگر ہم خواب غفلت سے بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اور اپنی زندگیوں کو اسوہ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال لیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید واثق ہے کہ وہ پھر سے ہمیں اپنی نصرت سے نواز دے اور امت مسلمہ کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ عطاء کر کے اقوام عالم کی سیادت اس کے سپرد کر دے۔

نیت اعمال حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا سلوک صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ پروردگار ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضگی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ اگر اچھے سے اچھا عمل اخلاص سے خالی ہو اور اس کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود اور دکھلاوا ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت اور ثواب نہیں ملتا۔

مسند احمد میں محمود بن ولید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ شرک اصغر کا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا **ریاء**۔ بعض اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جو شرک میں شامل نہیں ہوتے لیکن ان میں شرک کا تھوڑا بہت شائبہ ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص عبادت یا کوئی نیک کام لوگوں کو دکھانے کیلئے کرے تاکہ لوگ اسے عبادت گزار و نیک وکار سمجھیں۔ اسے ریاء کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی طویل روایت ہے جس میں ریاء کار عالم و ریاء کار مجاہد اور ریاء کار سخی کے

بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کے اعمال ضائع قرار دیکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضورﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے اسی کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اوراعمال صالح کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو آپﷺ نے ارشادفرمایا کہ یہ تو مومن بندے کیلئے نقد بشارت ہے اس لئے نیت کا اخلاص بہت ضروری ہے۔

عمل کا عرصہ قرآن کریم اورحدیث رسول کریمﷺ کے ذریعے انسان کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کردیا گیا ہے کہ زندگی رحم مادراورلحدوقبر کے درمیان ہے اورروحیں اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق عالم ارواح سے اپنی اپنی باری پر اس کرہ زمین پر مختصر ساعرصہ گزارنے کیلئے آتی ہیں ۔قرآن کریم میں اللہ تعالٰی بندہ سے ایک مکالمہ کی صوت میں مخاطب ہے۔ اللہ تعالٰی بندوں سے پوچھے گا کہ تم زمین پر کتنے برس رہے وہ کہیں گے کہ ایک روز یا اس سے بھی کم رہے۔اورآپ حساب کرنے والوں سے پوچھ لیں اللہ تعالٰی کہے گا کہ تم بہت ہی کم عرصہ رہے کاش تم جانتے ہوتے (مومنون 114-112)اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا کہ ہماراایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس کے برابر ہے۔اس حساب سے دیکھا جائے تو زمین پر گزاری گئی ستر اسی یا سو سالہ زندگی کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے کہ دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے ۔(النّزعت46)

جولوگ اس زندگی ہی میں زندگی کی حقیقت جان لیتے ہیں وہ یہ مان لیتے ہیں کہ حیات ارضی کا مختصر ساعرصہ اللہ تعالٰی کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر جو امانت اس کے سپرد کی گئی ہے اس کو نبھانے کیلئے امتحان گاہ کا درجہ ہے۔

حضور نبی کریمﷺ نے ارشادفرمایا کہ "یہ زندگی تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی مسافر راستے میں کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک کرآرام کرے۔اورپھر اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

عمل کا بدلہ : انسان کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا نظام قائم فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کی پابندی کریں گے وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو جائیں گے اور جو اپنے اختیار کا غلط استعمال کر کے کفر اور نافرمانی کی راہ پر چل نکلیں گے خسارہ اٹھانے والے بن جائیں گے۔انسان کیلئے اس کا فیصلہ کرنا بڑا آسان ہے کہ نباتات و جمادات کی مانند مجبور زندگی کی تقدیر والا عقیدہ اپنانے میں عزت و اکرام ہے یا اخروی فکر و عمل کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی ہدایت کے مطابق اس کی محبت کا سفر طے کرنے میں۔

اس دنیا اور آخرت کی زندگی میں کامیابی کیلئے من مرضی کی بجائے مولا مرضی پر چلنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق انعام و اکرام کا مستحق قرار پائے گا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ نے مومنوں سے انکی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لیئے ہیں"۔(توبہ 111)
جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے۔جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔(النساء 524) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کی خواہشات کو توڑتے ہیں وہ اس دنیا میں اونچی اڑان اور بڑا انسان بننے کے جنون میں مبتلا نہیں ہوتے اور نہ ہی مکر و فریب اور ظلم کی راہ پر چلتے ہیں ان کے خیالات اور مقاصد تو عظیم اور جلیل ہوتے ہیں۔لیکن ان کی مادی ضروریات کے بارے میں خواہشات اور امنگیں مختصر اور قلیل ہوتی ہیں۔ان کی زندگی سادہ لیکن آسودگی کی نعمت سے مالا مال ہوتی ہے۔پوری امت مسلمہ کا طرز حیات ایسا ہی ہونا چاہیے۔ان کیلئے قرآن پاک میں بے شمار جگہوں پر انعام و اکرام کا ذکر کیا گیا ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد کیوں رکھی گئی

(عزیز عارف)

یہ حکمت ملکوتی یہ علم لاہوتی حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ولی اللہ تھے۔آپ نے نوعمری میں ہی تصوف کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔آپ کے دادا محترم حضرت مولانا عبدالعزیزؒ نہ صرف اپنے وقت کے ایک جید عالم تھے بلکہ ایک نہایت بلند پایہ ولی اللہ بھی تھے۔آنجناب نے ابتدائی دس برس تک قبلہ انصاری صاحبؒ کی پرورش فرمائی۔اس دوران آپ کی ملاقات دادا جان کے پاس آنے والے کئی طرح کے صوفیاء سے ہوئی۔ان کی ذاتی لائبریری میں ہزاروں کتب کا ایک بیش بہا خزانہ موجود تھا۔جن میں سے تصوف کے موضوع پر قبلہ انصاری صاحبؒ نے کئی سو کتابیں محض دس برس کی عمر میں ہی پڑھ لی تھیں۔دس برس ہی کے تھے کہ دادا جان کا وصال ہو گیا۔اگلے دس برس یعنی بیس برس کی عمر کو پہنچنے تک آپ مسلسل اس کوشش و تگ و دو میں رہے کہ کسی بزرگ سے بیعت ہو کر باقاعدہ سلوک طے کریں اس سلسلے میں سینکڑوں بزرگوں سے ملنا ہوا مگر طبیعت کہیں نہ جمی۔

دراصل دادا جان کے فیض صحبت اور تعلیم سے توحید کا رنگ بہت گہرا ہو چکا تھا۔اور تلاش ایک ایسے بزرگ کی تھی جو پابند شریعت ہونے کے ساتھ روشن خیال بھی ہو Narrow Mindedness سے آپ کو بچپن ہی سے کوفت تھی۔آپ کو ایک صاحب علم و عرفان اور محقق عارف باللہ کی تلاش تھی۔چنانچہ دس سال تک دوران تلاش طرح طرح کے بزرگوں،عاملوں،شعبدہ بازوں اور بھنگیوں،چرسیوں تک سے ملاقات ہوئی۔کئی صاحبان کشف و کرامات کی طرف دل رجوع تو ہوا مگر دادا جان کی دی ہوئی تعلیم کے باعث آپ ان لوگوں سے کنارہ کش رہے۔دس برس تلاش وطلب میں تو گزرے لیکن فقیری کی بابت بیش بہا علم و تجربہ حاصل ہوا اور اسی دور میں تصوف کی کئی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔آخر کار اس تلاش وطلب نے

آپ کو حضرت مولانا کریم الدین احمدؒ سے ایسا ملایا کہ چھ گھنٹے ان کی صحبت میں رہے اور بیعت ہو کر ہی اٹھے۔

تین مقاصد عالیہ لیکر آپؒ جناب مولانا کریم الدین احمدؒ سے بیعت ہوئے تھے (1) روحانی طاقت (2) تزکیہ اخلاق (3) دیدارِ باری تعالیٰ۔ کریم الدین احمدؒ نے فرمایا کہ پہلی دو چیزیں تو آپ کو میرے ذریعے سے حاصل ہو جائیں گی مگر دیدارِ باری تعالیٰ میرے بس میں نہیں البتہ معرفتِ خدا کسی حد تک مل جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی دیدار باری تعالیٰ کی نوید سناتے ہوئے قبلہ انصاری صاحب کو بتایا کہ آپ کو کوئی ایسے بزرگ مل جائیں گے جن کے فیض صحبت سے آپ میں وہ صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی جو جیتے جی اللہ کا دیدار حاصل کرنے کے لئے لازمی ہوتی ہیں اور ان صلاحیتوں میں سب سے پہلے تزکیہ اخلاق اور دوسرا و تبتل الیہ تبتیلا

میرا موضوع تو ہے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد کیوں رکھی گئی۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ بانی سلسلہ توحیدیہ کی اس جہد مسلسل کا ذکر بالاختصار کر دیا جائے جو آپ نے تلاش حق کے لئے کی۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کا مطالعہ وہ بھی اوائل عمر میں، پھر مرشد کی تلاش، بیعت اور لمبے چوڑے ذکر اذکار اور اوراد پر عمل پیرا ہو کر لڑکپن ہی میں سلوک طے کر لینا آپ ہی کو زیبا تھا۔ آپ روحانیت میں پی ایچ ڈی تھے بلکہ آپ کے بقول "عاشق جمالیات" آپ روحانیت کے ایک ریسرچ سکالر تھے۔ آپ کے دل میں بھٹکی ہوئی مسلمان قوم کا درد تھا اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جا کر وسعت صحرا سے ہمکنار کرنے کیلئے آپ کے نزدیک تصوف اور روحانیت واحد ذریعہ تھا جسے اپنا کر موجودہ دور کا مسلمان قرون اولیٰ والی صفات سے متصف ہو کر پھر سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

مگر جہاں ہر شے میں ملاوٹ ہوتی گئی تصوف بھی جاہل صوفیاء کے ہاتھوں بچ نہ سکا۔ جب معاملہ حضرت ابن عربیؒ تک پہنچا تو کیا سے کیا ہو گیا۔ چونکہ تصوف کا تعلق لطائف غیبی سے

تھا جس کا ادراک محض دیکھ کر ہو سکتا تھا اور جس کے لئے مخصوص روحانی آنکھ اور مرشد کامل کی رہنمائی لازمی تھی۔ مثال کے طور پر کیا کوئی بڑے سے بڑا ارائٹر رنگوں، خوشبوؤں یا بدبوؤں کو الفاظ میں بیان کر سکتا ہے؟۔ قبلہ انصاری صاحبؒ بھی فرماتے تھے کہ کیا کوئی بڑے سے بڑا انشاپرداز گلاب کی خوشبو کو الفاظ میں اس طرح بیان کر سکتا ہے کہ جس نے کبھی گلاب نہ سونگھا ہو اس کی ناک میں گلاب کی خوشبو آنے لگے۔ چنانچہ لطائف غیبی اور کوائف روحانی کو الفاظ میں بیان کرنے سے عوام میں غلط فہمیوں کا پیدا ہونا یقینی تھا جو کہ ہوا اور یہ پاکیزہ تعلیم "عقیدہ ہمہ اوست" یعنی "وحدت الوجود" تک جا پہنچی۔ منزل کو مقام اور کیفیت کو حقیقت سمجھ کر حضرت ابن عربیؒ کا سفر نہ صرف رک گیا بلکہ انہوں نے غضب یہ کیا کہ اپنی "واردات" کو قلمبند کر دیا۔ چنانچہ جس کسی نے یہ سفر کیا ہی نہ تھا وہ اسے خاک سمجھتا۔ نتیجتاً اسلامی تصوف "ویدانت" سے جا ملا۔ اس لئے کہ ہندوؤں کے رشیوں اور منیوں کی روحانی ترقی کا آخری نقطہ یہی ہوتا ہے جہاں وحدت الوجود کی کیفیت سے واسطہ پڑتا ہے حالانکہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے مطابق "حقیقت کبریٰ" یعنی ذات بحت کی وہ حقیقت جہاں کوئی صفت موجود نہیں اس مقام یعنی مقام وحدت الوجود سے کہیں آگے ہے اور حکمت اسلامی کی یہی فضیلت ہے کہ مسلمان اولیاء وہاں پہنچتے ہیں جہاں دوسرے ادیان کا کوئی بزرگ کبھی پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔ دراصل وہیں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ "توحید خالص" کیا ہے۔ پھر کچھ بزرگوں نے یہ تک کہہ دیا کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت و حقیقت اور شے۔ بہت سے بزرگوں اور ان کے پیروکاروں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ظاہری عبادت کی ضرورت ہی نہیں گویا نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ تصوف کی تعلیم خفیہ طور سے دیا کرتے تھے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ حضور کا ظاہر کچھ اور تھا اور باطن کچھ اور! استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ چنانچہ جاہل صوفیاء اور تصوف کے جھوٹے دعویداروں نے نماز چھوڑ کر بھنگ اور چرس کا دم لگانا بھی تصوف کا حصہ بنا لیا۔ قبلہ حضور جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تعمیر ملت میں ارشاد فرمایا ہے

"ہم نے ایک ایسے پیر کو بھی دیکھا جو کسی مرید کو بیعت کرتے وقت اس سے یہ عہد لیتے تھے کہ "میں نماز کبھی نہیں پڑھوں گا" لوگ ان کو بھی بہت بڑا ولی اللہ مانتے تھے۔ فرمایئے کہ اس کے بعد اور باقی کیا رہ جاتا ہے؟

شریعت کیا ہے؟ ایک سیدھی سادی راہ، طہارت و پاکیزگی، نماز پنجگانہ کا قیام، رمضان کے روزے، روپیہ ہو تو زکوٰۃ اور حج اور ضرورت پڑے تو بقائے ملت کے لئے جہاد۔ قرآن کریم کے بتائے ہوئے اوامر و نواہی پر عمل، اعزاء و اقارب اور اہل دنیا سے حسن سلوک جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا۔ شریعت کی غایت یہ ہے کہ مسلم عوام دنیا میں عزت و شرافت سے امن و امان کی زندگی گزاریں، تمدن میں ترقی کریں اور اسلامی تعلیم و تہذیب کو دنیا میں پھیلائیں اور جب مر جائیں تو جنت میں جائیں۔ ان باتوں پر تو ہم پوری طرح عمل کرتے نہیں اور نکل کھڑے ہوتے ہیں طریقت و معرفت حاصل کرنے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خدا تو ملتا نہیں دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے۔

خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم   نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

چنانچہ قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ تصوف کو چھوڑو حکمت کی تعلیم حاصل کرو جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی ملتا ہے اور یہی وہ تعلیم ہے جو حضور رسول کریم ﷺ نے اپنے خاص خاص صحابہ کرامؓ کو دی، وہ بھی اس قدر سادہ، آسان اور سہل العمل کہ جس میں نہ ترک دنیا، نہ بھوک پیاس سے ہلاکتِ نفس، نہ کوئی خاص قسم کا لباس یا وضع قطع اختیار کرنا ہے۔

حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل سے برسوں کا راستہ مہینوں میں اور مہینوں کا دنوں میں طے ہوتا ہے۔ اور وہ روحانی قوت اور دولت سرمدی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے طریقوں سے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے تعلیماتِ حکمت کو خرافات، خرابیوں اور ملاوٹوں سے پاک کر کے ان کو زمانہ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق

سہل العمل بنانے اور انگریزی پڑھے لکھے طبقے کو علم ،حکمت سے روشناس کرانے کے لئے "مجدد ملت" کا کردار ادا کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد ڈالی۔دنیائے حکمت میں یہ پہلا سلسلہ تصوف ہے جس کا ایک سلیبس مقرر ہے وہ بھی ایسا کہ جسے کوئی بھی سچا طالب اور طلب صادق رکھنے والا مبتدی اختیار کر کے عمل کرے تو محض چند ماہ کے قلیل عرصے میں وہ سب حاصل کرسکتا ہے جو سالہا سال کی محنت شاقہ سے ممکن نہ تھا اور جسے گنتی کے چند نفوس ہی اختیار کرتے تھے

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا ہر وہ طالب اب عوام سے نکل کر خواص میں شامل ہوسکتا ہے جو قبلہ انصاری صاحبؒ کے بتائے ہوئے طریقوں پر دلجمعی سے عمل کرے۔اس کے لئے قبلہ خواجہ محمد صدیق ڈارؒ کا سا عمل درکار ہے۔فرمایا کرتے تھے کہ سلسلہ کی تعلیم ملی اور بابا جی انصاری صاحبؒ سے تعارف ہوا تو کام شروع کرلیا اور پھر پیچھے مڑ کے نہیں دیکھا۔

بقول بانی سلسلہ جناب قبلہ انصاری صاحبؒ ہمارا سلسلہ،سلسلہ تصوف سے زیادہ ایک اصلاحی تحریک ہے جہاں روحانی طریقے سے معاشرے حتیٰ کہ دنیا کو تبدیل کرنا اور سدھارنا مقصود ہے۔اس سے آسان ،سریع الاثر اور بہتر طریقہ کوئی ہے بھی نہیں۔قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقی کا راز یہ تھا کہ وہ تقدیر کو عمل کے ساتھ مانتے تھے اور ہم بے عملی کے ساتھ"۔آپؒ فرماتے تھے مختصر سی ان تعلیمات پر عمل کر کے پہلے خود بن جاؤ اور پھر دوسروں کو بناؤ۔

سلسلہ ہائے عتیق میں لمبے چوڑے اوراد و وظائف اور ذکر اذکار کو عوام تو کیا خواص بھی بمشکل ہی اختیار کرسکتے تھے بلکہ خاص الخاص لوگ ہی اس لائن میں قدم رکھتے تھے۔قبلہ انصاری صاحبؒ بلاشبہ اس صدی کے مجدد تھے کہ جنھوں نے تعلیماتِ حکمت کو عوام تک پہنچایا اور ہر کسی کے لئے قابل عمل بنادیا۔آپؒ نے اللہ تعالیٰ کے کرم،تائیدونصرت اور اپنی شب وروز کی ان تھک محنت سے روحانیت میں خود وہ مقام ومرتبہ پایا جو صرف انہی کا حصہ تھا۔

حضرت ابن عربیؒ جیسے پائے کے بزرگ کو دوران سلوک جس عرفانی غلطی کا سامنا

کرنا پڑا اور پھر انہوں نے اسے حتمی سمجھ کر تحریر بھی کر دیا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے اور آپ نے تحریر بھی فرمایا ہے کہ "یہ عالم ھو تھا جہاں ایسی غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔ یہاں ابن عربیؒ سراب کو حقیقت سمجھ بیٹھے اگر وہ ہمت نہ ہارتے اور عدم کی صعوبات پر صبر کرتے اور اسے طے کر کے بسائط کے عوالم میں پہنچ جاتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ اس لئے بھی قائم کیا گیا کہ راہ سلوک میں پیش آنے والی ہر قسم کی رکاوٹوں اور عرفانی غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے اور اگر کوئی سالک کسی غلطی میں پھنس کے کہیں اٹک جائے تو شیخ سلسلہ اپنے فیض اور تصرف سے اس کی رہنمائی کر کے اسے رکاوٹ پار کرا دیں اس لئے کہ یہ راہ ان کی دیکھی بھالی ہے۔ عقیدہ وحدت الوجود سے تو بہت سا سفر طے کرنے کے بعد واسطہ پڑ سکتا ہے جبکہ برصغیر پاک و ہند میں تو بنیادی عقیدہ توحید ہی متزلزل ہو چکا ہے۔ دیگر اسباب کے ساتھ ایک سبب اس کا اکبر بادشاہ کا دین الٰہی تھا۔ چنانچہ عرصہ دراز کے بعد ہمارے سلسلے کے پیشوا جناب مجدد الف ثانیؒ نے پرزور طریقے سے وحدت الوجود کا بطلان کیا بلکہ جہانگیر کو سجدہ تعظیمی نہ کر کے توحید کا ڈنکہ بجایا تھا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیء احرار

قبلہ حضور انصاری صاحبؒ کے نزدیک "حکمت" اشرف اور فاضل ترین علم ہے۔ اس سے عقل سلیم اور فراست کا ملہ پیدا ہوتی ہے روحیں نظر آنے لگتی ہیں۔ جناب رسول کریم ﷺ اور انبیائے عظام کی زیارت ہوتی ہے۔ عالم مثال کی سیر اور انوار و تجلیات کا نظارہ ہوتا ہے۔ کشف و کرامات کی طاقت آ جاتی ہے اور مادہ پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ بالخصوص اللہ کی معرفت، حضوری اور قسمت میں ہو تو لقاء یعنی دیدار نصیب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یعنی قبلہ انصاری صاحبؒ کے نزدیک یہ سب مل جانے کے باوجود کوئی عارف دین و دنیا میں امت محمدیہ ﷺ کی

اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بے کار ہے۔

چنانچہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام کا مقصد یہ بھی تھا، ہے اور رہے گا کہ فرد اور پھر معاشرے کی ظاہری اور باطنی تطہیر کی جائے۔عقیدہ توحید کو قلوب و اذہان میں راسخ کیا جائے۔ شعائر اسلام پر صحیح معنوں میں عمل کیا جائے اور امت محمد یہﷺ کی فلاح و بہبود کی خاطر اپنا ایک ایک پیسہ اور اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچھاور کر دیا جائے۔قبلہ حضورؒ نے روحانیت میں بلندترین مقام کے حصول کے ساتھ گھر، معاشرہ، والدین، زوجین، اولاد، گھر کے دیگر مکین، پڑوسی، دوست احباب، عامتہ المسلمین، لین دین، سوداسلف نکاح وطلاق اور پردہ تک سب کے حقوق وفرائض کا تعین بطریق احسن فرما کے اپنے سلسلہ کو دیگر سلاسل سے ممتاز کر دیا ہے۔اور خاص کر برادران سلسلہ کو آپس میں سگے بھائیوں سے بھی زیادہ پیار کرنے کا عملی سبق سکھایا ہے ایک غیر مسلم نے ایک مرتبہ انصاری صاحبؒ کو خط میں لکھا تھا کہ "آپ کے مریدین تو چلتے پھرتے فرشتے ہیں"۔

بانی سلسلہ نے صحت، طہارت، لباس، مکان، پابندی وقت، غسل، عبادت، ورزش، کھیل، کام، تفریح، علم، تجربہ، عزت نفس (Self Respect) خوداعتمادی، عمل اور حقوق العباد جیسے موضوعات بھی نہ صرف تعمیر ملت میں تحریر فرما دیئے بلکہ اپنی نجی محافل میں بھی ایسے بیان فرماتے رہے کہ گھنٹوں بیٹھے رہنے کے باوجود وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا تھا کہ آپ کا فرمان ہے کہ اپنے حقوق ذمہ داری سے ادا کرو اور دوسروں کے ذمے جو آپ کے حقوق ہیں وہ لے کر رہو۔ایثار و قربانی اپنے حقوق کی کر سکتے ہو نہ کہ متعلقین یا ملک وملت کی۔متعلقین کے حقوق میں دستبردار کر کے دوسروں کی مدد کرنا ایثار نہیں بلکہ گناہ ہے۔اسی طرح گھر کے باہر میل ملاقات، لباس، گفتگو، دعوتیں، کھانے کے آداب، آداب نشست و برخاست، چلنے پھرنے کے آداب، خرید و فروخت، کسب معاش، زراعت، تجارت، صنعت و حرفت، ملازمت ہو تو قابلیت، قوت

برداشت، خوداعتمادی، احساس ذمہ داری، جرأت، تعاون، نظم وضبط یعنی ڈسپلن، جذبہ خدمت و امداد، دیانتداری، ایفائے عہد، اصلاح، انصاف، انتقام ومعافی، تجسس اعمال اور بدگمانی سے بچاؤ اور پھر غیبت و بدگوئی، چغلی، حسد، جھوٹ سے مکمل پرہیز۔ لحاظ ومروت، عجز وانکساری، کبروغرور اور قناعت کے معاملے میں ہمیں کیسے Behave کرنا چاہیے سب بتادیا۔ آپ فرماتے تھے کہ قرآن پاک میں سب ہی کچھ ہے ہاں نہیں ہے تو ایک چیز۔ آپ حیران ہونگے کہ وہ کیا ہے؟ تو سنو! قرآن میں، ہاں اسی قرآن میں جس میں سب کچھ ہے یہ کہیں نہیں لکھا کہ اگر ایک مسلمان ملک پر کسی غیر مسلم قوم کا قبضہ ہو جائے اور مسلمان محکوم اور غلام بن جائیں تو اس صورت میں انہیں کیا کرنا چاہیے۔ بے شک قرآن میں محکومی اور غلامی کی زندگی بسر کرنے کے قاعدے کہیں نہیں بتائے گئے لیکن یہ قرآن کا نقص نہیں ہے، یہ اس کی خامی اور کمی بھی نہیں، یہ تو اس کی تعلیم کے قطعی، آخری اور مکمل ہونے کا عین ثبوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن صرف عزت اور اقتدار اور آزادی و حاکمیت کی تعلیم دیتا ہے۔ جو قومیں اس کی تعلیم پر چلیں گی معزز، مقتدر، آزاد اور حاکم رہیں گی۔ محکومی اور غلامی کی زندگی سے انہیں واسطہ ہی نہ پڑے گا۔ البتہ جو لوگ اس کی تعلیم سے روگردانی اور سرتابی کریں گے وہ محکوم اور غلام ہو جائیں گے۔ اس صورت میں قرآن یا اس کے نازل کرنے والے پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

بقول قبلہ انصاری صاحبؒ ہمارا حلقہ پاکستانی عوام اور معاشرے کی اصلاحِ اخلاق کیلئے بنایا گیا ہے۔ اگر یہ ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میری زندگی بے کار نہیں گئی۔ مگر رونا تو یہ ہے کہ جس قسم کی پیری فقیری کے قصے عوام الناس ہزار برس سے سنتے آرہے ہیں اس کے مقابلے میں ہماری بات کون سمجھے گا۔ آپ فرماتے تھے کہ کرامات تو فضول باتیں ہیں۔ ہمارا حلقہ تو اصلاح کرنے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ فقر تو سراسر اخلاق ہے اور لوگ اخلاق کی الف۔ ب۔ ت بھی نہیں جانتے۔ کرنے کی بات یہ ہے کہ سرگرمی سے تعلیمات پر عمل کیا جائے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا جائے۔

تنظیم کیلئے باھمی رابطہ کی اھمیت

(سید عابد کبیر شاہ)

مل جل کر رہنے سے معاشرہ بنتا ہے۔تنظیم اس کائنات اور معاشرہ کی اکائی ہے۔ تنظیم نہ ہو تو معاشرہ کا وجود خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔تنظیم نظم و ضبط کا دوسرا نام ہے۔ رابطہ Coordination تنظیم کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے دراصل رابطہ میل ملاپ کا ذریعہ ہے۔مثل مشہور ہے۔آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل اگر رابطہ نہ ہوتو رفتہ رفتہ تعلق ختم ہو جاتا ہے اور دوریاں بڑھ جاتی ہیں۔رابطہ کا فقدان تعلقات کوختم کر دیتا ہے۔تنظیم گروہ یا جماعت بندی کو کہتے ہیں ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے والے جب ایک تنظیم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو پھر ان کے دکھ سکھ سانجھے ہو جاتے ہیں۔ان کے درمیان مقاصد کا حصول مشترک ہوتا ہے پھر ایک جماعت کی صورت میں آگے بڑھا جاتا ہے اجتماعی سوچ پروان چڑھتی ہے۔

انفرادی کی بجائے اجتماعی فوائد اور مقاصد پر توجہ مبذول ہوتی ہے۔بقول علامہ اقبالؒ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

رابطہ ایک جماعت کو آپس میں جوڑتا ہے۔جس سے مقاصد کا حصول آسان ہو جاتا ہے اگر کوئی تنظیم مختلف ٹکڑیوں کی شکل اختیار کر لے تو مقاصد کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے مرکز سے رابطہ کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے مرکز کی مضبوطی سے جماعت مضبوط ہوتی ہے اور جماعت میں، جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور اصلاح و فلاح کا کام تیزی سے بڑھتا ہے۔

رابطہ اور میل ملاقات سے آپس میں محبت اور ایثار و قربانی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں جو کسی بھی جماعت کیلئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہو مخلوق خدا کی خدمت اور اصلاح کیلئے ہو تو اس دنیا میں اس سے بڑا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔

جناب قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی تصنیف طریقت توحیدیہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تنظیم بیان فرما دی ہے اب ہم سب نے یہ غور کرنا ہے کہ ہم نے اس کی مضبوطی کیلئے اپنا کتنا کردار ادا کیا ہے۔

شیخ سلسلہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے دستور کے مطابق اس کا ایک روحانی پیشوا ہوگا۔ ہمارے موجودہ مرشد قبلہ محمد یعقوب صاحب ہیں جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تمام امور سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم سب اپنا اپنا محاسبہ کریں کہ ہم قبلہ حضور سے کتنا رابطہ میں رہتے ہیں سوائے اس کے جب ہم کسی مشکل یا مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں یا کوئی دنیاوی مقصد پیش نظر ہو تو ہم فوراً مرشد سے رابطہ کرتے ہیں دعا کیلئے کہتے ہیں۔ اپنی عرضیاں پیش کرتے ہیں جیسے مرید ہو کر ہم نے کوئی احسان عظیم کیا ہو اور اب اس کا بدلہ ہمیں ضرور ملنا چاہیے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم خود سلسلہ کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے سلسلہ کی فلاح اور بہتری کیلئے اور اپنی روحانی رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے کبھی رابطہ نہیں کرتے۔ جو ہمیں کرنا چاہیے۔ ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم توحیدی ہیں۔ ایسے توحیدی بننے کا کوئی فائدہ نہیں جو صرف نام کا توحیدی ہو۔ ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہیے کہ واقعی ہم سلسلہ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مرشد کریم سے رابطہ میں رہتے ہیں اپنی حاجات کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ صبر و برداشت سے کام لیتے ہیں اور مخلوق خدا کی اصلاح و فلاح کیلئے کوشاں ہیں۔ یہ روحانی سلسلہ ہے اس میں فیض کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہمارا

قلبی لگاؤ مرشد سے نہ ہو اور ہم مرشد سے رابطہ میں نہ ہوں ۔ جو لوگ مرشد سے قلبی محبت رکھتے ہیں تعلیم پر عمل کرتے ہوئے رابطہ میں رہتے ہیں ان کو زیادہ فیض ملتا ہے نسبت ان لوگوں کے جو نہ تو تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی مرشد سے رابطہ رکھتے ہیں ۔ ہمیں اپنے مرشد سے رابطہ میں رہنا چاہیے، جو لوگ یاد رہتے ہیں انہیں خصوصی فیض رسانی ہوتی ہے ۔

جو لوگ نہ حلقہ ذکر میں شامل ہوتے ہیں نہ حلقہ فنڈ دیتے ہیں نہ مرشد سے رابطہ میں رہتے ہیں نہ تعلیم پر عمل کرتے ہیں تو ان کو فیض کیسے ملے گا ۔

ہفتہ وار حلقہ ذکر

ذکر کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام بھائی جو کسی ایک شہر یا قصبہ میں رہتے ہیں ہفتہ میں ایک دن اکٹھے ہوں آپس میں میل ملاقات بڑھائیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شامل ہوں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اس چیز کو اہمیت نہیں دی کافی تعداد میں بھائی ایسے ہیں جو نہ روزانہ کے انفرادی ذکر پر توجہ دیتے ہیں اور نہ ہی حلقہ ذکر میں شمولیت کرتے ہیں دراصل حلقہ ذکر یاد ہی ان بھائیوں کو رہتا ہے جو اپنا روزانہ کا ذکر پابندی سے کرتے ہیں ۔ اس طرح خادم حلقہ جو مرشد کے نائب کے طور پر کام کرتا ہے اس کا فرض ہے کہ جو لوگ حلقہ ذکر میں شمولیت نہیں کرتے ان سے رابطہ کرے اور ان سے حلقہ فنڈ اکٹھا کرے اور ذکر میں شمولیت کی ترغیب دے اور اس کی اطلاع مرکز پر قبلہ حضور کو بھی دے ۔ دراصل خادم حلقہ کو چاہیے کہ ہفتہ وار ذکر کروا لے دن قبلہ حضور سے رابطہ کرے اور اپنی کارکردگی پیش کرے اس سے شاید کوئی بہتری پیدا ہو ۔

خط و کتابت :

دراصل خط و کتابت بھی رابطے کا ایک ذریعہ ہے مریدین کو چاہیے کہ ماہانہ کم از کم ایک خط مرکز پر ضرور بھیجیں اس میں بھی احتیاط یہ ہونی چاہیے کہ لمبی لمبی کہانیاں مسائل نہ لکھیں اس سے

فقیر کی طبیعت پر اچھا اثر نہیں پڑتا بلکہ تکلیف ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے رابطہ میں خلل پیدا ہوتا ہے اگر کوئی ضروری بات ہے تو مختصر لکھیں اور صرف توجہ کی درخواست کریں تاکہ مرشد کو صرف آپ کی یاد آجائے اس سے بے پناہ فائدہ ہوتا ہے۔

سالانہ کنونشن:

بانی سلسلہؒ نے سالانہ کنونشن اس لئے شروع کیا کہ جن پیر بھائیوں کو آپس میں کبھی ملنے کا موقع میسر نہیں آتا وہ سال میں ایک بار آپس میں ملیں اور آپس کے روابط بڑھائیں تاکہ ہماری جماعت میں یک رنگی پیدا ہو۔ ہر بھائی دوسرے کو اپنے سے زیادہ اہمیت دے اور محبت اور خلوص کا مظاہرہ کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اپنے دو دن صرف ان بھائیوں کے ساتھ گزار دیتے ہیں جن کو ہم پہلے سے جانتے ہیں۔ حالانکہ بانی سلسلہؒ کا حکم تھا کہ ہر بھائی نئے آنے والے بھائیوں کو تلاش کر کے ملے جنہیں وہ پہلے سے نہیں جانتا۔ خاص کر ان بھائیوں کو ملے جنہیں اپنی حیثیت سے کم سمجھتا ہو۔

کسی بھی تنظیم یا جماعت کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ رابطہ بڑھائیں اپنے شہر کے بھائیوں سے اپنے مرکز سے اور سلسلہ کے تمام بھائیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تعلق رکھیں اس کے پیش نظر کوئی دنیاوی لالچ یا غرض نہ ہو۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائیوں سے پیار رکھیں گے تو اس طرح آپ کی اپنی اصلاح ہوگی اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ترقی بھی ہوگی۔ لوگ آپ پیر بھائیوں کے پیار سے متاثر ہو کر سلسلہ میں شامل ہونگے انشاءاللہ ہماری یہ روحانی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ اور امت محمدی ﷺ کی اصلاح اور فلاح کا موجب بنے گی۔

سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کی ترویج کیلئے عملی اقدامات

(عبدالقیوم ھاشمی)

قرآن مجید میں ہے کہ "اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے"۔ (التحریم 6)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو سب سے پہلے اپنی ذات کو دوزخ کے عذاب سے بچانا فرض ہے۔اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ ساری دنیا کی اصلاح کی اپنے دل میں ٹھان لینے سے پہلے اپنی اصلاح اور فلاح کے مرحلے سے گزر جائے اسکے بعد جو آپ کے زیر اثر لوگ ہیں ان کی فکر کی جائے ۔لہذا قرآنی طریقہ تعلیم میں ہماری ذاتی اورانفرادی اصلاح کو ہی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔دیگر لوگ جو پہلے اصلاح کے دائرے میں آتے ہیں وہ ہمارے اہل و عیال اور عزیز واقرباء ہیں۔اس ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل ہی عرب معاشرے میں صادق وامین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔کفار ومشرکین بھی عقیدے کے ٹکراؤ کے باوجود اپنی امانتیں آپ ﷺ ہی کے پاس رکھتے تھے ۔اس لئے اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے سے پہلے اپنے اخلاق کا تزکیہ کرنا فرض ہے۔اس کے بغیر دعوت الی اللہ کے مشن پر گامزن ہونا قرآنی اصولوں کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔"یعنی راہِ الٰہی کی طرف دعوت دیجیے حکمت اور نصیحت بھری باتوں سے"۔چنانچہ اللہ کی طرف بلانے والے ایک داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ صاحب حکمت ہو اور فرمان الٰہی کے مطابق صاحبِ حکمت کو ہی خیر کثیر عطا کی جاتی ہے۔لہذا صاحب حکمت وصاحب یقین اور فلاح یافتہ شخص ہی مصلح بننے کا اہل ہے۔اسلامی معاشرے کے بگاڑ کا اصل محرک اور وجہ بھی یہی ہے کہ علماء وصوفی حضرات اور مبلغین اعلیٰ اخلاق سے آراستہ

ہوئے بغیر ہی اصلاح کے میدان میں کود پڑتے ہیں حالانکہ وہ خود ابھی قابل اصلاح ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں نفرت ، حسد ،تفرقہ ،عدم مساوات اور دیگر روحانی بیماریاں ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں اور معاشرہ فتنہ و فساد کا منظر پیش کر رہا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن میں آتا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں ۔ یہی سبب ہے کہ جب مسلمان اسلام کے مطابق عمل کرتے تھے تو دنیا کے لوگ انکی تجارت ، دیانت ، امانت ،تقویٰ اور شرافت کو دیکھ کر بھی مسلمان ہو جاتے تھے ۔ سارا مشرقِ بعید مسلمانوں کے لشکروں سے فتح ہو کر نہیں بلکہ مسلمان تاجروں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار دیکھ کر مسلمان ہوا تھا لیکن جب مسلمانوں نے اسلام پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا تو دنیا اب علماء کا بھی کوئی اثر قبول نہیں کرتی ۔ کیونکہ اصل چیز کردار تھا جو دلوں پر اثر کرتا تھا ۔ بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ مسلمانوں کے حالات اور زندگی کے طویل تجربہ سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ مسلمانوں کی پوری زندگی اور اسکے مختلف شعبوں کے فساد کا اصل سبب اخلاص کی کمی اور اخلاق کا بگاڑ ہے اور وقت کا سب سے بڑا اور ضروری کام اخلاص و اخلاق کا پیدا کرنا ہے اور اس کا سب سے موثر ذریعہ محبت ہے اور محبت کا ذریعہ ذکر و صحبت ہے ۔ اس اخلاص اور محبت سے ہر دینی کام اور ہر اصلاحی کوشش میں جان پڑتی ہے، اسی سے عبادات میں روحانیت ،علم میں نورانیت اور تعلیم و تدریس میں برکت و قوت ، واعظ و ارشاد میں تاثیر ،تبلیغ و دعوت میں قبولیت اور معاملات زندگی میں ایثار و قربانی اور راستواری پیدا ہوتی ہے ۔

ایک مغربی مفکر (ایمرسن) کا قول ہے کہ انسان دراصل وہی کچھ ہے جو وہ تمام دن سوچتا ہے ۔ ذکر کی آخری انتہاء یہ ہے کہ ہر وقت سوچ اور دھیان اللہ کی طرف لگا رہے خواہ دنیا کے کام کر رہا ہو ،تجارت یا کھیتی باڑی کرتا ہو مگر خیال ہر وقت اسی طرف رہے جیسے کسی کو سر درد ہو تو اگر چہ وہ باتیں کرتا رہتا ہے اور کام بھی کرتا رہتا ہے لیکن خیال درد کی طرف رہتا ہے ۔

کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ استقامت کے کیا معنی ہیں ؟ فرمایا ذکر اللہ میں

اس قدر پختگی حاصل ہو جائے کہ جب تک ذکر پورا نہ کر لے سکون نہ ہو، بے قراری سی رہے اور جب ذکر پورا کر لے تو طبیعت میں فرحت و سکون اور سرور محسوس ہو۔ فرمایا جب کوئی اس درجہ پر پہنچ جائے تو اسکا تمام وجود ہی تبلیغ بن جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی ابتدائی چالیس سالہ زندگی میں کفر و شرک، بت پرستی، بداخلاقی کے تمام مظاہرے دیکھا کرتے تھے مگر آپ غار حرا تشریف لے جاتے اور اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے اور اس وقت تک عرب معاشرہ میں اصلاح و تبلیغ کا آغاز نہ فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نازل نہ ہوا۔ امام غزالیؒ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ حصول یقین و اخلاص کے بعد کے مشاغل و خدمات اور اس سے پہلے کے امور میں زمین و آسمان کا فرق تھا، پہلے میں یہی کام تقاضائے نفس یا ضابطہ کی تکمیل کیلئے کرتا تھا اب حکمِ الٰہی سے۔ اس لئے چراغ سے چراغ جلانے سے پہلے اپنے چراغ کو جلانا چاہیے۔ اس چراغ کا تیل اخلاص اور تعلق باللہ سے کشید ہوتا ہے اور محبت الٰہی کے شعلہ و شرر سے روشن ہوتا ہے۔

سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کا فروغ اور ترویج اسی وقت ثمر آور ہوگی جب ہم سب بھائی سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات پر خود جوش و خروش سے عمل کریں گے اسکے لئے پہلے ہمیں انفرادی اصلاح کی جانب بڑھنا ہوگا۔ اور یہ اصلاح زندگی کے آخری دم تک جاری رہنی چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ "اپنے رب کی بندگی کرتے رہو مرتے دم تک"۔

تمام مفسرین یہاں یقین کا ترجمہ موت کرتے ہیں تا کہ کوئی بھی شخص یہ خیال کر کے اپنی اصلاح ترک نہ کر دے کہ میں کامل ہوں اور صاحب یقین ہوں اس لئے اللہ کی بندگی سے آزاد ہو چکا ہوں۔ یہ بھی شیطان کی ایک چال ہے جس میں ہمارے اکثر صوفی حضرات گمراہی کے مرتکب ہو کر نمازیں اور دیگر شرعی امور ترک کر دیتے ہیں۔ انبیائے کرام کا طریقہ اصلاح یہی ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کیا جائے اور پھر دوسروں کی اصلاح کی فکر کی جائے۔ ہمارے اکابرین کا طریقہ بھی یہی رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ "مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق اچھا ہے"۔ اس ضمن میں ہم سب بھائیوں کو ہر لحظہ اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کیونکہ

اگر ہمارا اخلاق و کردار عام لوگوں جیسا ہی ہوگا تو کوئی بھی شخص سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم سے متاثر نہ ہوگا۔ الٹا ہم سلسلہ کی تعلیمات میں خود رکاوٹ بنیں گے۔ جب ہمارا اخلاق اور کردار بلند ہوگا تو یقیناً سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کو فروغ حاصل ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ ان تعلیمات سے اپنے دوستوں اور عزیز و اقرباء کو ضرور متعارف کروائیں۔ اس طرح سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کی ترویج و ترقی میں بہت پیش رفت ہو سکتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے احباب کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو معاشرہ میں فروغ اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

دعائے مغفرت

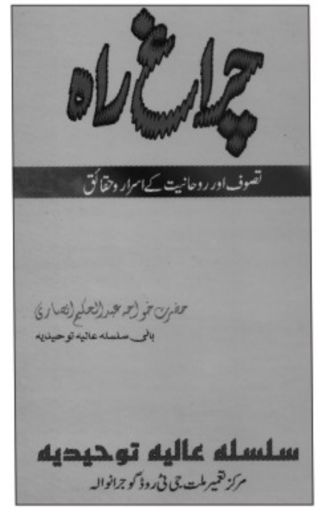
- گجرات کے بھائی راجہ فضل کریم صاحب
- نوشہرہ ورکاں سے بھائی ارشد کے بہنوئی
- بدوکی گوسائیاں کی بہن رخسانہ کے چچا
- گکھڑ سے بھائی وسیم احمد کی ہمشیرہ کی دادی ساس
- نوشہرہ ورکاں سے بھائی معین الدین صاحب کے بہنوئی اعجاز احمد

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

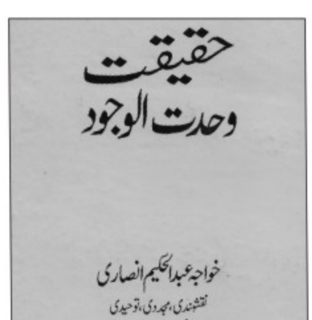
اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

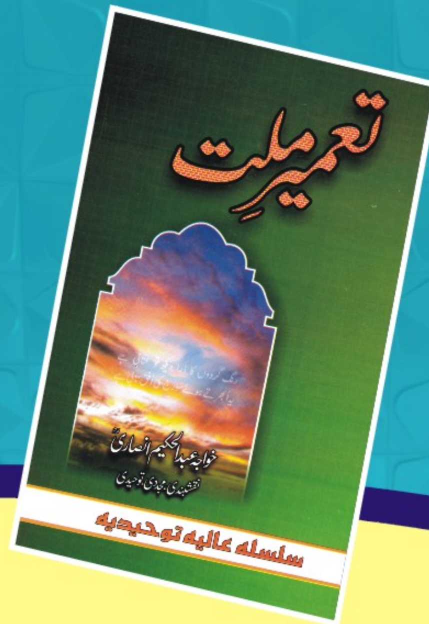


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

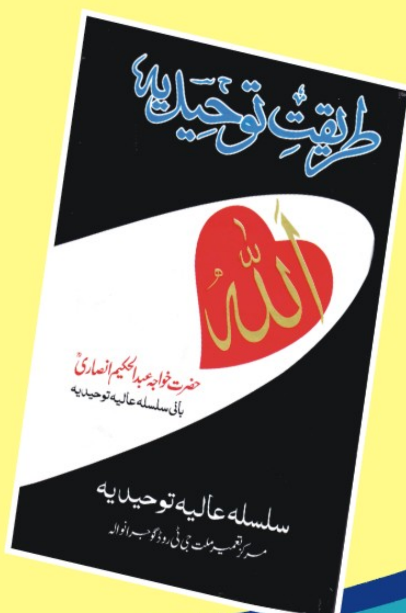


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں: ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com